اردو ترجمہ دیوان متنبّی

بسم الله الرحمن الرحيم

قافية الهمزة

(۱) قال وقد امره سيف الدولة باجازة ابيات الخ: (ص:۶۲)

○ اے مجھے ملامت کرنے والے! اس شخص سے ملامت کو روک لے جس کو بیماری اور نامرادی کی درازی نے کمزور اور لاغر کر دیا ہے۔

(۱) اے ملامت کرنے والے! دل (تجھ سے زیادہ) اپنی بیماری سے واقف ہے اور اپنی پلک اور آنسو پر تجھ سے زیادہ حق رکھتا ہے۔

(۲) مجھے میرے محبوب کی قسم! میں عشق و محبت کے معاملہ میں تیری بات ہرگز نہ مانوں گا، محبوب کی قسم اور اس کے حسن و جمال کی قسم۔

(۳) کیا میں محبوب کو چاہوں اور اس کے بارے میں ملامت کو بھی پسند کروں؟ (ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا) کیوں کہ اس کے بارے میں ملامت اس کے دشمنوں سے ہے۔

(۴) چغل خوروں کو ملامت کرنے والوں پر اور ان کی اس بات پر حیرت ہوئی کہ تو اس چیز کو چھوڑ دے کہ جس کو چھپانے سے ہم تجھے کمزور اور عاجز پاتے ہیں۔ (انھیں اس بات پر تعجب اس لیے ہوا کہ جب عاشق، عشق کے چھپانے سے عاجز ہے تو اسے چھوڑنے سے تو اور زیادہ عاجز ہوگا اس لیے اسے عشق سے رشتہ توڑنے کا مشورہ دینا باعث حیرت ہے۔)

(۵) صحیح معنوں میں تو دوست وہی ہے جس کے دل سے میں کسی کو چاہوں اور اس آنکھ سے میں دیکھوں جس کے سوا آنکھ سے وہ نہ دیکھے۔

(۶) اندوہ رسانی (ملامت) کے ذریعہ سوزش عشق پر (عاشق کی) مدد کرنے والے کے لیے زیادہ مناسب یہ ہے کہ وہ عاشق کے ساتھ مہربانی اور بھائی چارہ کا برتاؤ کرے۔

(۷) (اے ملامت کرنے والے) ملامت ترک کردے کیوں کہ وہ عاشق کی بیماریوں میں سے ہے، اور نرمی سے کام لے کیوں کہ کان اس کے اعضا میں سے ہے۔

(۸) (اے ملامت کرنے والے) مان لے کہ ملامت تیرے نزدیک نیند کی طرح لذیذ ہے جو عاشق کی شب بیداری اور گریہ وزاری کی وجہ سے تجھ سے دور ہو چکی ہے (تو اسی طرح ملامت بھی تجھ سے دور ہونی چاہیے، اور اس کا سلسلہ بند ہونا چاہیے۔)

(۹) عاشق کو اس کے جذبات عشق کے بارے میں ملامت مت کر یہاں تک کہ نتیجہ یہ ہو کہ تیرا دل اس کے دل میں ہو جائے۔

(۱۰) یقیناً وہ قتیل محبت جو اپنے آنسوؤں میں لت پت ہے اسی مقتول کی طرح ہے جو اپنے خون میں لت پت ہے۔

(۱۱) عشق کی قربت، معشوق ہی کی طرح گرفتارِ عشق کے نزدیک لذیذ اور شیریں ہوتی ہے حالاں کہ وہ اس کی جان لے لیتا ہے۔

(۱۲) اگر تو غم زدہ مریض محبت سے کہے کہ میں اس غم و اندوہ پر قربان ہو جاؤں جس میں تو مبتلا ہے تو اپنی اس فداکاری سے تو اسے غیرت دلا دے گا کہ اپنے غم و اندوہ پر وہ خود ہی قربان ہو جائے۔

(۱۳) امیر (سیف الدولہ) حسیناؤں کی آنکھوں کی محبت سے محفوظ رہے، کیوں کہ یہ وہ لازوال درد ہے جو نہ اس کی بہادری سے زائل ہوگا اور نہ اس کے جود و سخا سے۔

(۱۴) یہ ایک ہی نظر میں مسلح بہادر کو اپنا اسیر بنالیتی ہے اور اس کے دل اور صبر کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔

(۱۵) میں نے مصائب وحوادث کے وقت تجھے اس طرح پکارا کہ اس پکار کا سننے والا اپنے ہم سروں کے ساتھ مقابلہ کے لیے نہیں بلایا گیا۔ (یعنی حوادث زمانہ تیرے ہمسر نہیں۔ تجھ سے کمزور اور کمتر ہیں۔ اور ان میں تجھ سے مقابلہ کی تاب نہیں۔)

(۱۶) تو بلا تاخیر تو زمانے کے اوپر، نیچے، آگے اور پیچھے سے گرجتا ہوا (میری مدد کے لیے) آیا۔ (یعنی تو نے مکمل طور پر حوادث ومصائب سے میری حفاظت کی تا کہ کسی طرف اور کسی طرح سے حملہ کر کے وہ مجھے تکلیف نہ پہنچا سکیں۔)

(۱۷) کون ہے جو آہنی تلواروں کے لیے اس بات کی ضمانت لے کہ سیف الدولہ اپنی اصل، اپنے جوہر اور وفاداری میں ان کا ہم نام اور ہم پلہ ہو جائے۔ (یعنی اس بات کی ضمانت کوئی نہیں لے سکتا، کیوں کہ ایسا ہونا ناممکن ہے۔)

(۱۸) آہنی تلوار ڈھالی گئی تو اپنی جنس سے ہوئی، اور علی (سیف الدولہ) اپنے آباواجداد سے بنا۔ (تو جس طرح اس کے آبا واجداد شریف اور بہادر تھے اسی طرح وہ شریف اور بہادر رہا۔)

(۲) و استزاده سيف الدولة فقال ايضا : (ص:٦٦)

(۱) ملامت گر عورتوں کی ملامت میرے حیران وسرگشتہ دل کے اردگرد ہے، اور محبوبوں کی چاہت دل کے سیاہ نقطہ میں ہے (جو دل کے بیچ میں ہوتا ہے۔)

(۲) ملامت، ملامت کرنے والیوں سے دل کی حرارت اور گرمی کا شکوہ کرتی ہے، اور جب وہ ملامت کرتی ہیں تو وہ دل کی سخت حرارت اور تپش کے باعث اس میں جانے سے گریز کرتی ہے۔

(۳) اے ملامت گر! میری جان اس بادشاہ پر قربان جس کو خوش کرنے کے لیے میں نے تجھ سے زیادہ ملامت کرنے والوں کو ناراض کردیا۔

(۴) اگر وہ سارے دلوں کا مالک ہو گیا ہے تو (اس میں حیرت کی کیا بات ہے) وہ تو زمین وآسمان سمیت سارے زمانہ کا مالک ہو چکا ہے۔

(۵) سورج اس کے حاسدوں میں سے ہے، فتح ونصرت اس کے ساتھیوں میں سے ہے اور سیف (تلوار) اس کے ناموں میں سے ہے۔

(۶) یہ تینوں چیزیں اس کی تین خصلتوں کے ہم پلہ کہاں ہو سکتی ہیں، اس کی خوبصورتی، خودداری اور تیز کاری کے۔

(۷) زمانے گزرتے گئے اور اس کی نظیر نہ لاسکے، اور اب جب کہ وہ آ گیا تو اس جیسے افراد کو پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

(۳) و قال يمدح الحسين ابن اسحق التنوخي الخ : (ص:٦٨)

(۱) اے ابن اسحٰق! حیرت ہے کہ تم میری دوستی سے انکار کرتے ہو اور کسی اور کے پانی کو میرے برتن سے سمجھتے ہو۔

(۲-۳) کیا میں یہ جاننے کے بعد بھی تمہارے بارے میں کوئی بیہودہ بات زبان پر لا سکتا ہوں کہ تم آسمان کے نیچے بسنے والوں میں سب سے بہتر، دشمنوں کے لیے تلوار کی دھار سے زیادہ بدمزہ اور معاملات میں تقدیر سے زیادہ کارگر ہو۔

(۴) اور ابھی میری عمر بیس برس سے زیادہ نہیں ہوئی تو میں درازی عمر سے کیسے اکتا جاؤں گا؟ (یعنی تمہاری برائی اور مذمت کرنا اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے، تو اگر میں عمر دراز ہو گیا ہوتا اور زندگی سے تنگ آ گیا ہوتا تو تیری ہجو کرتا۔)

(۵) ابھی تو میں اپنے مدحیہ قصیدہ میں تمہاری خوبیوں ہی کا احاطہ نہ کرسکا کہ برائی کر کے اس میں سے کچھ گھٹاؤں۔ (یعنی ابھی تو تیرے محاسن وکمالات کا بیان ہی باقی ہے جن کی تکمیل میرے لیے ضروری ہے، ابھی تیری ہجو اور مذمت کا کیا سوال؟)

(۶) فرض کرلو کہ میں نے کہہ دیا کہ یہ صبح رات ہے، تو کیا ساری دنیا روشنی سے اندھی ہو جائے گی؟۔

(۷) تم ان حاسدوں کی بات مان لیتے ہو حالاں کہ تم ایسے باعظمت انسان ہو کہ میں تم پر قربان ہوں اور یہ حاسدین مجھ پر۔

(۸) جوشخص میرے کلام اوران کی لغو بیہودہ بات کے درمیان تمیز نہیں کرتا وہ خود ہی اپنی ہجو کرنے والا ہے۔

(۹-۱۰) یقیناً یہ حیرت انگیز باتوں میں سے ہے کہ تم مجھے دیکھنے (اور جاننے پہچاننے) کے بعد بھی ان کے برابر ٹھہراؤ جو ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں، اور تم ان کی موت کا انکار کرتے ہو حالاں کہ میں سہیل ستارہ ہوں۔ ان حرامیوں (کیڑوں مکوڑوں) کی موت لے کر طلوع ہوا ہوں۔

(۴) وقال يمدح ابا علي هٰرون بن عبد العزيز الاوراجي الكاتب الخ: (ص ۷۰)

(۱) اندھیرے میں تیرے ملنے سے رقیب مطمئن ہو گئے اس لیے کہ تو جہاں ہوتی ہے وہاں اندھیرے کی بجائے روشنی ہوتی ہے۔

(۲) اس حسینہ کی حرکت --- جب کہ وہ مشک کی مانند ہے --- اس کی پردہ دری کرتی ہے، اور رات میں اس کا چلنا --- جب کہ وہ خورشید حسن و جمال ہے --- اس کا راز فاش کر دیتا ہے۔

(۳) مجھے اس غم کے چلے جانے کا غم ہے جس کے ادراک لذت سے تو نے مجھے غافل و مدہوش کر دیا تو اس غم کی کیفیت مجھ پر پوشیدہ ہو گئی ہے۔ (اردو کا ایک شاعر کہتا ہے ؎

غم رہا جب تک کہ دم میں دم رہا — غم کے جانے کا نہایت غم رہا)

(۴) مجھے جسمانی بیماری کے جاتے رہنے کا شکوہ ہے کیوں کہ وہ اس وقت تھی جب تک میرے اعضائے جسم باقی تھے۔ (اب جب کہ راہِ عشق میں پیہم صدمات سے دوچار ہونے کی وجہ سے میرے اعضا گھل گئے تو وہ بیماری بھی جاتی رہی، کہ جب اعضا ہی نہ رہے تو بیماری کسے لاحق ہو گی؟)

(۵) تو نے میرے قلب و جگر میں اپنی آنکھوں کی مانند زخم بنا دیا ہے، اب تیری آنکھ اور میرا زخم دونوں ایک طرح کے ہو گئے۔ دونوں کشادہ ہیں۔

(۶) تیری نگاہ مضبوط زرہ کو توڑ کر میرے جسم میں نفوذ کر گئی، جب کہ (وہ زرہ اتنی مضبوط تھی کہ) بسا اوقات اس میں گندم گوں سیدھے نیزے بھی ٹوٹ جاتے تھے۔

(۷) میں (ثابت قدمی اور استحکام میں) وادی کی مضبوط چٹان ہوں جس سے سیلاب ٹکرائیں (اور ہٹا نہ سکیں) اور میں (بلند گفتاری میں) برج جوزا ہوں۔

(۸) جب میری حقیقت کسی کم عقل جاہل سے پوشیدہ رہ جائے تو میں اسے معذور سمجھتا ہوں، کیوں کہ اندھی آنکھ مجھے نہیں دیکھ سکتی۔

(۹) راتوں کی خصلتیں یہ ہیں کہ وہ میری اونٹنی کو اس شک و شبہ میں ڈال دیتی ہیں کہ ان راتوں میں میرا سینہ زیادہ کشادہ ہے یا لق و دق صحرا۔

(۱۰) تو وہ اونٹنی اس طرح رات کاٹتی ہے کہ اس کی چربی میں لاغری چلتی اور اثر کرتی رہتی ہے جیسے اونٹنی اس صحرائے ناپیدا کنار میں چلتی رہتی ہے۔

(۱۱) اس کے کجاوے کی رسیاں لمبی ہیں، اس کے پیر زخمی ہیں، اور اس کا راستہ اچھوتا ہے۔ (جس پر پہلے کوئی نہیں چلا ہے۔)

(۱۲) اس میں ماہر اور تجربہ کار راہبر ہلاکت کے ڈر سے گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا ہے۔

(۱۳) میرے اور ابو علی کے درمیان اسی کی طرح بلند پہاڑ حائل ہیں، اور ان بلند پہاڑوں کی مانند ہی (مجھے اس سے) امیدیں ہیں۔

(۱۴) اور کوہِ لبنان کی گھاٹیاں ہیں، اور انھیں کیسے طے کر سکتا ہوں جب کہ یہ جاڑے کا موسم ہے، اور وہاں کی گرمی کا موسم بھی جاڑا (کی طرح سرد) ہوتا ہے۔

(۱۵) وہاں کی برف نے میرے لیے راستوں کو مشتبہ بنا دیا ہے گویا وہ سفید ہونے کے باوجود سیاہ ہے۔

(۱۶) (جیسے برف کی سفیدی نے خلاف عادت سیاہی کا کام کیا ہے) اسی طرح جب (میرا) سخی ممدوح کسی شہر میں قیام کرتا ہے تو (خلاف عادت) سونا بہنے لگتا ہے اور پانی جم جاتا ہے۔

(۱۷) بارش کے قطرے جم گئے اور اگر بارش کے پھترا سے دیکھ لیتے جس طرح بارش نے اسے دیکھا ہے تو ہکا بکا رہ جاتے اور نہ برستے۔

(۱۸) اس کی تحریر میں ہر دل کی خواہش ہے، یہاں تک کہ ایسا لگتا ہے کہ اس کی روشنائی لوگوں کی خواہشات ہی ہیں۔

(۱۹) اس کی قربت میں ہر ایک آنکھ کے لیے ٹھنڈک ہے، یہاں تک کہ آنکھوں سے اس کا اوجھل ہو جانا آنکھوں میں تنکا پڑنے کے مترادف ہے۔(یعنی آنکھوں کو اس کے دیکھنے سے راحت ملتی ہے اور نہ دیکھنے سے درد والم ہوتا ہے۔)

(۲۰) (میرا ممدوح) وہ ہے جو کارناموں کو انجام دینے میں وہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ شعرا (کے خیالات اور تصورات) اس کے عمل سے پہلے وہاں نہیں پہنچ سکتے۔

(۲۱) روزانہ اس کے کانوں میں اشعار کی گردش اور آمد و رفت رہتی ہے، اور اس کے کانوں کے لیے توجہ سے انھیں سننا رہتا ہے۔

(۲۲) اور (روزانہ اشعار کی جانب سے) اس کے جمع کیے ہوئے مال میں ایک لوٹ مچی رہتی ہے، ایسا لگتا ہے کہ ہر شعر میں ایک مسلح لشکر جرار موجود ہے۔

(۲۳) یہ وہ شخص ہے جو کمینوں پر انھیں اس بات کی تکلیف دے کر ظلم کرتا ہے کہ وہ اس کے ہمسر و ہم پلہ ہو جائیں۔

(۲۴) ہم ان کمینوں کو برا کہتے ہیں حالاں کہ انھیں کے ذریعہ ہم نے ممدوح کے فضل و کمال کو جانا ہے، اور ساری چیزیں اپنی ضدوں سے ہی واضح اور آشکارا ہوتی ہیں۔

(۲۵) (میرا ممدوح) وہ ہے جس کا فائدہ اس میں ہے کہ اسے لڑائی کے لیے آمادہ کیا جائے اور اس کو چھوڑ دینے میں اس کا نقصان ہے، کاش! اس کے دشمن اس راز کو سمجھ لیتے۔

(۲۶) تو صلح، جود و عطا کے سبب اس کے مال کے دونوں بازوؤں سے اتنا توڑ دیتی ہے کہ جنگ ہی اسے جوڑتی ہے۔(یعنی لڑائی میں وہ جس قدر دشمنوں کا مال لوٹتا ہے صلح و امن کے زمانہ میں اسی قدر سائلوں کو دے ڈالتا ہے۔)

(۲۷) وہ اس قدر بخششیں کرتا ہے کہ اس کے ہاتھ کی بخششوں سے دوسروں پر بخششیں کی جاتی ہیں، اور اس کی رائے کو دیکھ کر رائیں قائم کی جاتی ہیں۔

(۲۸) اس کی قوتیں ایک ہیں اور (دوستوں اور دشمنوں کے لیے) اس کے ذائقے الگ الگ ہیں گویا وہ بیک وقت خوش حالی بھی ہے اور بد حالی بھی۔

(۲۹) گویا وہ ہو بہو وہی ہے جس کو اس کے دشمن نہیں چاہتے جب کہ وہ ان چیزوں کا پیکر مجسم ہے جن کو اس کے سائلین چاہتے ہیں۔

(۳۰) اے وہ شخص جس کی جان (سائلوں کی طرف سے) اسے عطا کر دی گئی ہے کیوں کہ اس کے پاس اس کی کوئی مانگ نہیں آتی (اگر اس کی مانگ آتی تو اسے بھی سائل کو عطا کر دیتا۔)

(۳۱) تو (جان کا سوال نہ کرنے پر) اپنے سائلین کا شکریہ ادا کر---خدا کرے ان کی عدم موجودگی اور نایابی کا صدمہ تجھے نہ پہنچے ---اس لیے کہ جو چیز انھوں نے نہیں لی اس کا چھوڑنا اسے عطا کرنے ہی کے مترادف ہے۔

(۳۲) مردوں کی کثرت اور زندوں کی قلت اسی وقت ہوتی ہے جب کہ تیرے غضب کے باعث زندوں کو بد نصیبی لاحق ہو جائے (اور وہ تیرے قتل کا شکار ہوں)

(۳۳) کسی کا دل اپنے اندر پوشیدہ کسی چیز سے نہیں پھٹتا، یہاں تک کہ اس میں تیری عداوت اور تیرا کینہ سما جائے۔

(۳۴) اے ہارون! تیرا یہ نام اس کے بعد ہی رکھا گیا کہ تیرے نام کے ساتھ اور ناموں نے جھگڑا کیا اور قرعہ اندازی ہوئی (بالآخر اس نام کا قرعہ نکلا۔)

(۳۵) تو تم ایسے ہوگئے کہ تمہارا نام تمہاری ذات میں کوئی شریک و سہیم نہیں رکھتا جب کہ لوگ تمہارے ہاتھ میں رہنے والے مال میں برابر کے شریک ہیں۔

(۳۶) تیرا چرچا اتنا عام ہوا کہ سارے شہر تجھ سے (تیرے ذکر جمیل سے) بھرے ہوئے ہیں، اور تو اتنا آگے بڑھ گیا کہ یہ مدح وثنا حقیر وکم تر ہوگئی ہے۔

(۳۷) تو نے اتنی سخاوت کی کہ اس کی آخری حد تک پہنچ جانے کی وجہ سے قریب ہے کہ تو پلٹ کر بخل کرنے لگے جیسے غایت مسرت سے کبھی رونا آتا ہے۔

(۳۸) تو نے (سخاوت میں) ایسی چیز ایجاد کی کہ اس کا آغاز تجھی سے جانا جاتا ہے، اور پھر تو نے اسے دوبارہ اس طرح کیا کہ وہ ایجاد اَن جانی ہوگئی۔ (خلاصہ یہ ہے کہ تو ہر وقت سخاوت اور فیاضی میں نئی نئی راہیں ایجاد کرتا ہے۔)

(۳۹) تو فخر اپنی کوتاہی کی وجہ سے تجھ سے کنارہ کش ہے، اور بزرگی وشرافت (تیرے اندر) کچھ اضافہ کیے جانے سے بَری ہے۔

(۴۰) جب تجھ سے سوال کیا جاتا ہے تو اس لیے نہیں کہ تو سائلوں کو سوال کا حاجت مند بناتا ہے (بلکہ اس لیے کہ تجھے سائلوں کی آواز بھلی معلوم ہوتی ہے۔) اور جب تو پوشیدہ ہوتا ہے تو عطیات اور بخششیں تیری چغلی کھاتی ہیں۔ (یعنی وہ تیرا پتا بتا دیتی ہیں اور تیری نشان دہی کر دیتی ہیں۔)

(۴۱) اور جب تیری تعریف کی جاتی ہے تو اس لیے نہیں کہ تو اس کے ذریعہ سر بلندی حاصل کرے، (بلکہ وہ ایسے ہی ہے جیسے) شکر گزار بندے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے ہیں۔

(۴۲) اور جب تجھ پر بارش ہوتی ہے تو اس لیے نہیں کہ تو قحط سے دوچار ہے، سرسبز وشاداب زمین بھی سیراب کی جاتی ہے اور سمندروں پر بھی بارش ہوتی ہے۔

(۴۳) بادل نے تیرے جود وعطا کی نقل نہیں اُتاری، اسے تو (تیری سخاوت وفیاضی کو دیکھ کر) بخار آگیا ہے، تو اس کی بارش اس کے بخار کا پسینہ ہے۔

(۴۴) (تیرے) اس رخِ تاباں کے سامنے ہمارے دن کا سورج بے شرمی کا منھ لے کر ہی آتا ہے۔ (کیوں کہ تیرے رخِ تاباں کی درخشانی کے سامنے اس کے نور کی کوئی حیثیت نہیں، تو اس کا تیرے سامنے آنا بے شرمی ہی ہے۔)

(۴۵) تو کس قدم سے تو بلندیوں کی طرف چلا۔ ماہِ نو کی ادھوڑی تیرے تلووں کا جوتا بنے۔

(۴۶) زمانہ اپنے حوادث سے تیری ڈھال بن جائے، اور موت اپنے صدمات سے تجھ پر قربان ہو۔ (یعنی زمانہ تیری ہلاکت سے پہلے ہلاک ہو جائے، اور موت تیری موت سے پہلے مر جائے۔)

(۴۷) اگر تو اس مخلوق سے نہ ہوتا جو تیری ہی وجہ سے ہے تو حضرت حوا اپنی نسل کی پیدائش سے بانجھ رہ جاتیں۔

(۵) وغنّى المغني فقال: (ص ۷۹)

(۱) اے اس آسمان کے نیچے بسنے والوں میں سب سے بہتر شخص! یہ گانے والا کیا کہہ رہا ہے؟۔

(۲) تیری طرف میری آنکھوں کے ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے کی وجہ سے تو نے مجھے اس نغمہ کی خوبی سے غافل کر دیا ہے، (اس لیے اس کا گیت مجھے سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔)

(۶) وبنى كافور دارا بازاء الجامع الاعلىٰ على البركة الخ: (ص ۷۹)

(۱) مبارکبادیں تو ہمسروں کو دی جاتی ہیں اور دور والوں میں سے ان کو جو قریب آئیں۔

(۲) اور میں تو تیرا ایک جز ہی ہوں، اور کوئی عضو دوسرے اعضا کو خوشیوں پر مبارکباد نہیں دیتا۔

(۳-۴) میں ان مکانات کو تیرے لیے کم تر سمجھتا ہوں اگر چہ اس عمارت کی اینٹیں ستارے ہوں اور ان میں گرنے والا پانی سفید چاندی کا ہو۔

(۵) تو اس سے بلند رتبہ ہے کہ زمین یا آسمان کی کسی جگہ کے بارے میں تجھے مبارک باد دی جائے۔
(۶) جب کہ سارے لوگ، سارے شہر اور زمین و آسمان کے درمیان چرنے والے جانور تیری ہی ملکیت ہیں۔
(۷) اور تیرے باغات عمدہ گھوڑے اور وہ سنہری نیزے ہیں جنھیں یہ گھوڑے اٹھائے ہوتے ہیں۔
(۸-۹-۱۰) سخی ابوالمسک تو بس ان بلند مراتب پر فخر کرتا ہے جن کی وہ تعمیر کرتا ہے، اور ان ایام پر جو اس حالت میں گزرے کہ جنگ کے سوا اس کا کوئی گھر نہیں تھا، اور ان زخموں پر جو اس کی چمکتی ہوئی شمشیر براں نے دشمنوں کی کھوپڑیوں میں لگائے ہیں۔
(۱۱) اور اس مشک پر (فخر کرتا ہے) جو اس کی کنیت کا جز ہے، مگر وہ یہ (معمولی اور عام) مشک نہیں بلکہ وہ مدح وثنا کی خوشبو ہے۔
(۱۲) وہ ان عمارتوں پر فخر نہیں کرتا جنھیں شہر کے باشندے سبزہ زاروں میں بناتے ہیں، اور نہ ان (خوشبوؤں) پر جو عورتوں کے دل اپنی جانب مائل کرتی ہیں۔
(۱۳) جب تو اس مکان میں اترا تو وہ مکان آب وتاب اور شرف وبلندی میں پہلے سے بہتر درجہ میں آگیا۔ (کیوں کہ مکان کی زینت مکین سے ہوتی ہے، اور اسی سے مکان کے شرف وبلندی کا تعین ہوتا ہے۔)
(۱۴) اس گھر میں پھولوں کے اُگنے کی جگہ بزرگیوں اور نعمتوں کا مُنْبت اتر آیا۔
(۱۵) جب بھی سورج نکلتا ہے تو اسے ایک کالے روشن سورج سے رسوا کر دیتا ہے۔
(۱۶) یقیناً تیرے لباس میں جس میں شرف اور بڑائی خود موجود ہے ایک ایسی روشنی ہے جو ہر روشنی کو بے وقعت بنا دیتی ہے۔
(۱۷) کھال تو ایک لباس ہی ہے اور نفس کی سفیدی اور روشنی لباس کی سفیدی اور صفائی سے بہتر ہے۔ (یعنی باطن کی طہارت اور صفائی ظاہر کی طہارت اور صفائی سے بہتر ہوتی ہے۔)
(۱۸) (تیرے اندر) بہادری کے ساتھ سخاوت، رونق وخوش نمائی کے ساتھ ذکاوت اور وفاداری کے ساتھ قدرت وطاقت ہے۔ (یعنی تو ان تمام اوصاف حمیدہ کا جامع ہے۔)
(۱۹-۲۰) ان گورے اور خوب رو بادشاہوں کے لیے کون اس بات کی ضمانت لیتا ہے کہ یہ اپنے رنگ وروپ کو استاد (کافور) کے رنگ وروپ سے بدل لیں، تاکہ جنگ جُو لوگ انھیں ان (ڈری سہمی) نگاہوں سے دیکھیں، جن سے جنگ کی صبح وہ کافور کو دیکھتے ہیں۔
(۲۱) اے ہر خطہ ارضی میں ساری آنکھوں کے مرکز امید! تیرے دیدار کے سوا میری اور کوئی تمنا نہیں۔
(۲۲) یقیناً تجھ سے میری ملاقات ہونے سے پہلے ہی ہلاکت خیز صحراؤں نے میرے گھوڑوں اور توشے، پانی کو ختم کر دیا ہے۔
(۲۳) تو تو نے میرے لیے جس چیز کا ارادہ کیا ہے، مجھے اس پر مقرر کر دے، کیوں کہ میں شیر دل اور آدمی صورت ہوں۔
(۲۴) اور میرا دل بادشاہوں کا سا ہے اگر چہ میری زبان شعرا کی سمجھی جاتی ہے۔

(۷) و عرض عليه سيفا ابو محمد بن عبيد الله بن طغج الخ: (ص ۸۲)

(۱) میں ایک تلوار دیکھ رہا ہوں جو صیقل گروں کو دہشت میں ڈالنے والی اور ہر سرکش غلام کے لیے سزاوار اور مناسب ہے۔
(۲) کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو--- اور مجھ پر تمہارے سابقہ احسانات بھی ہیں--- کہ تمہارے لیے میں اسے اس نوجوان پر آزماؤں؟

(۸) و قال عند وروده الى الكوفة يصف منازل طريقه الخ: (ص ۸۳)

(۱-۲) سنو! ہر ناز وانداز سے چلنے والی عورت ہر برق رفتار اونٹنی پر اور ہر تیز رفتار بجَادی اونٹنی پر قربان ہو جائے جو گردن موڑ کر دوڑنے والی ہے، اور عورتوں کی نازک خرامی سے مجھے کچھ سروکار نہیں۔ (یعنی میں عیاش، آرام طلب اور زن پرست نہیں ہوں بلکہ سفر پیشہ اور جفاکش ہوں، اس لیے عمدہ برق رفتار اونٹنیوں کا میں دلدادہ ہوں، ناز وادا سے چلنے والی حسیناؤں سے مجھے کچھ لینا دینا نہیں۔)

(۳) مگر وہ اونٹنیاں زندگی کی رسیاں ہیں (کہ وہ انسان کی زندگی کو ہلاکت سے بچاتی ہیں) اور دشمنوں کو دھوکہ دینے اور مصیبتوں کو دور کرنے کا سامان ہیں۔
(۴) میں نے انھیں جواری کے پانسہ پھینکنے کی طرح لق ودق میدان میں ڈال دیا، یا اس کے لیے یا اُس کے لیے (یعنی یا تو نجات اور کامیابی ملے گی یا تباہی اور نامرادی ہاتھ آئے گی۔)
(۵) جب یہ (دشمنوں سے) خوف زدہ ہو جاتیں تو عمدہ گھوڑے، چمکتی تلواریں اور گندم گوں نیزے ان کے آگے بڑھ جاتے۔
(۶) پھر یہ چشمہ نخل کے پاس سے اس حالت میں گزریں کہ ان کے سوار ساری دنیا اور خود اس چشمہ سے بے نیاز تھے۔
(۷) یہ شام کے وقت مقام نقاب اس حالت میں پہنچیں کہ یہ ہمیں وہاں سے وادیٔ میاہ اور وادیٔ قریٰ (سے گزرنے والے راستوں میں سے کسی ایک کو اپنانے) کا اختیار دے رہی تھیں۔
(۸) ہم نے ان اونٹنیوں سے کہا کہ عراق کی سرزمین کہاں ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ یہی تو ہے، (یعنی قریب ہی ہے زیادہ دور نہیں۔) اور اس وقت ہم مقام تُربان میں تھے۔
(۹) یہ مقام حِسمیٰ میں پچھوائی ہوا کے چلنے کی طرح (برق رفتاری اور نشاط کے ساتھ) اس سمت کا رخ کرتے ہوئے چلیں جدھر سے پروائی ہوا بہتی ہے۔ (حاصل یہ کہ یہ پچھم سے پورب کی طرف چل رہی تھیں۔)
(۱۰) یہ کفاف، کبد الوہاد اور وادی غضیٰ کے ارادے سے (چلیں) جو کہ مقام بُویرہ کے پڑوس ہی میں واقع ہے۔
(۱۱) انھوں نے مقام بُسیطہ کو شتر مرغوں اور نیل گایوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے چادر کے کاٹنے کی طرح قطع کیا۔ (یعنی وہ ایسا مقام تھا جہاں انسانی آبادی کا نام ونشان نہ تھا، ہر طرف صحرائی جانوروں کے غول اور ریوڑ آزادانہ گھوم پھر رہے تھے۔)
(۱۲) وہ (مقام بسیطہ کو طے کرتے ہوئے) مقام عُقدۃ الجوف تک پہنچیں یہاں تک کہ انھوں نے چشمۂ جُراوی سے اپنی کچھ پیاس بجھائی۔
(۱۳) صبح کے ساتھ مقام صَوّار اور چاشت کے ساتھ مقام شُغور ان کے سامنے نمودار ہوا۔
(۱۴) ان کی برق رفتاری نے مقام جُمَیعی میں شام کے وقت اور مقام اَضارع پھر مقام دَنا میں صبح کے وقت انھیں پہنچا دیا۔
(۱۵) اللہ رے! اعکش کی رات کیسی عجیب تھی جس کی ساری بستیاں سیاہ اور نشان ہائے راہ پوشیدہ تھے۔
(۱۶) ہم چشمہ رُہَیمہ پر اترے جو اعکش کے وسط میں واقع ہے جب کہ رات کا بقیہ حصہ گزرے ہوئے حصہ سے زیادہ تھا۔ (یہ ترجمہ اس صورت میں ہوگا جب کہ ''جَوْزِہٖ'' کی ضمیر کا مرجع اعکش ہو، اور اگر اس کا مرجع ''لیل'' ہو تو ترجمہ یہ ہوگا:) ہم مقام رہیمہ میں آدھی رات کے قریب پہنچے جب کہ رات کا بقیہ حصہ گزرے ہوئے حصہ سے زیادہ تھا۔
(۱۷) پھر جب ہم نے اپنے اونٹ بٹھائے تو ہم نے اپنے نیزے، اپنے کارناموں اور سربلندیوں کے درمیان گاڑ دیے۔ (یعنی نیک نامی اور نمایاں کارناموں کے ساتھ ہم نے مصر سے کوفہ تک کا یہ سفر پورا کیا۔ عربوں کا یہ طریقہ تھا کہ جب وہ کہیں قیام کرتے تو سواریوں سے اتر کر اپنے نیزے زمین پر گاڑ دیا کرتے تھے۔)
(۱۸) اور ہم نے اپنی تلواروں کو چومتے ہوئے اور انھیں دشمنوں کے خون سے صاف کرتے ہوئے رات گزاری۔ (کیوں کہ انھوں نے دوران سفر دشمنوں سے مقابلہ کے وقت ہمارا بھرپور ساتھ دیا تھا۔)
(۱۹-۲۰) تاکہ مصر، عراق اور عواصم کے رہنے والے جان لیں کہ میں جواں مرد ہوں اور میں نے (سیف الدولہ کے ساتھ) وفاداری کی، اور (کافور کے ظلم سے) انکار کیا، اور میں نے اس کے ساتھ سرکشی کی جس نے میرے ساتھ سرکشی کی (اس سے مراد کافور ہے۔)
(۲۱) ہر آدمی ایسا نہیں کہ جو کہہ دے پورا کرے، اور نہ ہر شخص ایسا ہے کہ اس پر ذلت مسلط کی جائے تو وہ اسے برداشت کرنے سے انکار کردے۔

(۲۲) اور جس کا دل (عزم وحوصلہ اور شجاعت وجواں مردی میں) میرے دل کی طرح ہوگا وہ ہلاکت کا دل چیر کر عزت وسرخروئی حاصل کرلے گا۔

(۲۳) اور دل کے لیے آلۂ عقل کا ہونا ضروری ہے اور ایسی رائے بھی جو سخت چٹان کو پھاڑ ڈالے۔

(۲۴) اور جواں مرد جو راہ چلتا ہے اس کے پیروں کے اندازے کے مطابق ہی اس میں قدموں کے فاصلے ہوتے ہیں۔ (یہ ایک کہاوت ہے جیسے فارسی میں ہے: فکر ہر کس بقدرِ ہمت اوست۔)

(۲۵) کمینہ خادم (یعنی کافور) ہماری رات سے بے خبر ہوکر سوتا رہا، وہ پہلے ہی سے بے بصیرتی اور بے عقلی کی نیند سو رہا تھا نہ کہ عام معمول کی نیند۔ (اسی لیے وہ میری قدر ومنزلت پہچان نہ سکا۔)

(۲۶) باہم قربِ مکانی کے باوجود میرے اور اس کے درمیان اس کی نادانی اور بے عقلی کے لق ودق صحرا حائل تھے۔

(۲۷) میں اس خصی (کافور) کو دیکھنے سے پہلے یہی سمجھتا تھا کہ سر، عقلوں کی قرارگاہ ہیں۔

(۲۸) پھر جب میں اس خُصی کی عقل تک پہنچا (اور اس کی حماقت اور بے عقلی دیکھی) تو میں نے محسوس کیا کہ عقلیں خُصیوں میں ہوتی ہیں۔ (اور چوں کہ اس کے خصیے نکال لیے گئے ہیں اس لیے اس کے پاس عقل نام کی کوئی چیز نہیں رہ گئی۔)

(۲۹) اور مصر میں کیا کیا ہنسانے والی چیزیں ہیں، مگر یہ ہنسا رونے کی مانند ہے۔ (یعنی یہ ہنسنے نہیں، رونے کا مقام ہے کہ اہم ترین مناصب ایسے بے عقلوں اور احمقوں کے سپرد کر دیے گئے ہیں۔)

(۳۰) وہاں دیہاتیوں میں سے ایک عجمی گنوار ہے جو بادیہ نشیں (عربوں) کے نسب کا سبق پڑھاتا ہے۔ (اس سے مراد کافور کا وزیر ہے۔)

(۳۱) وہاں ایک کالا کلوٹا حبشی ہے، جس کا اونٹوں جیسا ہونٹ اس کے جسم کا نصف حصہ ہے، جس سے وہاں کہا جاتا ہے کہ آپ تاریکیوں کے مہ کامل ہیں۔

(۳۲) وہ شاعری جس سے میں نے اس گینڈے کی تعریف کی ہے وہ شعر اور جادو منتر کے درمیان ایک چیز ہے۔

(۳۳) تو وہ اس کی مدح وثنا نہیں تھی بلکہ سارے انسانوں کی مذمت تھی۔

(۳۴) کچھ لوگ اپنے بتوں سے تو گمراہ ہوئے ہیں لیکن ہوا کی مَشک سے تو کوئی گمراہ نہیں ہوا۔ (یعنی حیرت ہے کہ اس کی رعایا کیسے اس کی حکمرانی کو تسلیم کرتی اور اس کی اطاعت کرتی ہے، اس کی نہ تو سیرت اچھی ہے اور نہ صورت۔)

(۳۵) وہ بت تو خاموش پیکر ہیں۔ (اس لیے ان کے عیوب پوشیدہ ہیں) اور یہ بولتا ہے جب اسے ہلاتے ہیں تو یاد تو پادتا ہے یا بکواس کرتا ہے۔ (اس لیے اس کے عیوب تو ہر ایک پر عیاں ہیں، پھر بھی حیرت ہے کہ لوگ کس طرح اس کی گمراہی کے پھندے میں پھنس گئے، اور اسے اپنا حاکم اور مطاع مان لیا۔)

(۳۶) اور جو شخص اپنی قدر ومنزلت سے ناآشنا ہوتا ہے تو دوسرا شخص اس کے وہ عیوب دیکھ لیتا ہے جنھیں وہ خود نہیں دیکھ پاتا۔

(۹) وعاب قوم عليه علو الخيام فقال: (ص ۸۸)

(۱) لوگوں نے کہا کہ خیمے امیر (سیف الدولہ) سے بلند ہیں، میں نے اسے تسلیم کرنے سے کلی طور پر انکار کر دیا۔

(۲) میں نے تمہارے اوپر ثریا کی بلندی کو بھی تسلیم نہیں کیا ہے، اور نہ آسمان کو تم سے بلند مانتا ہوں۔ (تو خیموں کی کیا حقیقت ہے۔)

(۳) (جب تم شام سے نکلے) تو وہاں کی سرزمین کو تم نے اس قدر وحشت ناک بنا دیا کہ وہاں کے پُر بہار مقامات سے تم نے حسن ودل کشی کا لباس چھین لیا۔

(۴) تم سانس لیتے ہو جب کہ علاقۂ عواصم تم سے دس دن کی مسافت پر ہوتا ہے پھر بھی اس کی خوشبو (وہاں کی) ہوا میں محسوس کی جاتی ہے۔

(۱۰) و قال يهجو السامري : (ص۸۹)

(۱) اے سامری، ہر دیکھنے والے کے مسخرے! تو سمجھ گیا حالاں کہ تو سب سے بڑا بے وقوف ہے؟۔
(۲) تو مدح کے قابل نہ ہوا تو تو نے کہا کہ میری ہجو کی جاتی ہے، گویا تو ہجو سے حقیر و کم تر نہیں؟۔ (حالاں کہ تو اس لائق بھی نہیں کہ کوئی صاحب سخن تیری ہجو کر کے اپنا وقت برباد کرے۔)
(۳) تجھ سے پہلے میں نے کسی بے کار کام کے متعلق نہیں سوچا اور نہ ہی اپنی تلوار کسی ذرۂ ناچیز میں آزمائی۔

قافية الباء

(۱۱) و قال و هو يسايره إلى الرّقة الخ : (ص۸۹)

(۱) تمھاری ذات سے میری آنکھ کو روزانہ ایک حصہ ملتا ہے جس سے وہ ایک تعجب خیز چیز میں حیران رہ جاتی ہے۔
(۲) اس (آہنی) تلوار کا پرتلہ ایک تلوار پر ہے، اور اس بادل کی بارش ایک بادل پر ہے۔ (دوسری تلوار اور بادل سے مراد ممدوح ہے۔)

و زاد المطر فقال : (ص۹۰)

(۳) زمین اس بادل سے (کچھ عرصہ بعد) خشک ہو جائے گی اور اس نے زمین کو (ہریالی کا) جو لباس پہنایا ہے وہ پرانا اور بوسیدہ ہو جائے گا۔
(۴) اور زمانہ تجھ سے ہمیشہ شاداب رہے گا، اور تیری بارش ہمیشہ رَواں رہے گی۔
(۵) صبح و شام کو اٹھنے والے بادل تیرے ساتھ اس طرح چلتے ہیں جیسے خوش و خرم دوست ایک ساتھ چلتے ہیں۔
(٦) یہ تجھ سے جود و عطا سیکھ کر اس کی نقل کرتے ہیں، اور تیرے شیریں اخلاق سے عاجز رہتے ہیں۔ (کیوں کہ تو اپنے سائلوں کو خوش روئی کے ساتھ عطا کرتا ہے اور یہ بادل ترش روئی کے ساتھ رونی صورت بنا کر۔)

(۱۲) و امره سيف الدولة باجازة هذا البيت : (ص۹۰)

o میں کوچ کی صبح گڑیا نما حسیناؤں کے بیچ سے ہو کر نکلا تو (اے محبوبہ) دل اور آنکھ کے نزدیک تجھ سے زیادہ شیریں اور لذیذ میں نے کسی کو نہ پایا۔

فقال أبو الطيب :

(۱) اے لوگوں میں سب سے زیادہ سیدھا تیر میرے دل پر چلانے والے، اور زرہ پوشوں کو بغیر جنگ کے ہی قتل کرنے والے! میں تجھ پر قربان۔
(۲) اہل محبت میں محبت کے احکام ہی کچھ انوکھے اور نرالے ہیں، اس لیے تو ایسا ہے کہ تیری وعدہ خلافی زیبا اور تیرا جھوٹ پسندیدہ ہے۔
(۳) اور جن اعضا پر وار کرنے سے انسان مر جاتا ہے، میرے وہ اعضا جنگ میں وار سے محفوظ ہوتے ہیں، مگر محبت میں کام آجاتے ہیں (دل و جگر تیغ آہن کا تو شکار نہیں ہوتے مگر تیغ محبت کا شکار ہو جاتے ہیں)
(۴) جس کی پلکوں کے درمیان تیری جیسی آنکھیں پیدا کر دی جائیں وہ دشوار چڑھائی کی جگہ میں عمدہ اور سہل اتار کی جگہ پالیتا ہے۔ (یعنی ہر مشکل کام اس کے لیے آسان ہو جاتا ہے۔)

(۱۳) و قال يعزيه بعبده يماك : (ص۹۱)

(۱) اللہ تعالیٰ امیر (سیف الدولہ) کو غمزدہ نہ کرے، کیوں کہ میں بھی اس کے حالاتِ (شادمانی و غم) سے حصہ لیتا ہوں۔ (یعنی اس کی خوشی سے خوش اور اس کے غم سے غمزدہ ہوتا ہوں۔)

(۲) جس نے ساری دنیا والوں کو خوشی بخشی پھر وہ غم کی وجہ سے روئے تو وہ ان تمام آنکھوں اور دلوں کے ساتھ روئے گا جن کو اس نے خوشی سے ہم کنار کیا۔

(۳) اگر چہ یہ دفن ہونے والا اس کا محبوب ہے، لیکن میرے محبوب کا محبوب بھی میرے دل میں محبوب ہے۔

(۴) ہم سے پہلے بھی لوگ اپنے پیاروں سے جدا ہوئے ہیں، اور موت کے علاج نے ہر طبیب کو عاجز اور بے بس کر دیا ہے۔

(۵) ہم دنیا کے اندر بعد میں آئے۔ اگر سب کے سب دنیا والے زندہ رہتے تو یہاں ہم لوگوں کا آنا جانا اور چلنا پھرنا دو بھر ہو جاتا۔

(۶) آنے والا زبردستی چھیننے والے کی طرح دنیا کا مالک بن بیٹھتا ہے، اور جانے والا لٹے پٹے شخص کی طرح اس دنیا سے جدا ہو جاتا ہے۔

(۷) اگر موت نہ آتی تو اس دنیا میں شجاعت وسخاوت اور جواں مردوں کے صبر کی کوئی اہمیت نہ ہوتی۔

(۸) جانے والوں کی زندگیوں میں سب سے وفادار اس شخص کی زندگی ہے جس نے بڑھاپے کے بعد اس کا ساتھ چھوڑا ہو۔

(۹) بخدا یماک میرے دل میں ہر ایسے ترکی النسل غلام کی محبت چھوڑ گیا جو وہاں سے یہاں لایا گیا ہو۔

(۱۰) حالانکہ ہر گورے چہرے والا مبارک نہیں ہوتا، اور نہ ہر تنگ چشم شریف ہوتا ہے۔ (خیال رہے کہ ترک گورے چہرے اور چھوٹی آنکھوں والے ہوتے ہیں۔)

(۱۱-۱۲) بخدا! اگر یماک کے بارے میں ہم پر غم واندوہ کا ظہور ہوا ہے (تو یہ کوئی حیرت کی بات نہیں) کیوں کہ یہ غم تو ہر شمشیر بُرّاں کی دھار میں ظاہر ہو چکا ہے، اور تیر اندازی میں مقابلے کے دن ہر کمان میں، اور سواری کے دن ہر عمدہ گھوڑے میں ظاہر ہو چکا ہے۔

(۱۳) اس کے لیے یہ بات ناگوار تھی کہ وہ اپنی کسی عادت میں خلل ڈالے اور تو اسے کسی کام کے لیے پکارے اور وہ جواب نہ دے۔

(۱۴) جب میں اسے تیرے پاس کھڑا دیکھتا تھا تو میں ایک باادب یال دار شیر کو دیکھتا تھا۔

(۱۵) تو اگر وہ (یماک) ایک عمدہ اور نفیس گوہر تھا جسے تم نے کھو دیا تو یہ کھونا ایک ایسے شخص کے ہاتھوں سے ہوا جو بہت لٹانے والا، ممتاز شریف اور بڑا داتا ہے۔

(۱۶) گویا موت ہر شریف آدمی پر ظلم ڈھاتی ہے جب تک وہ اپنی شرافت کو عیوب کی پناہ میں نہ دے دے / یا جب تک وہ اپنی شرافت کو عیوب ونقائص کا تعویذ نہ پہنا دے۔

(۱۷) اگر ہم لوگوں کو یک جا کرنے کے سلسلے میں زمانے کے احسانات نہ ہوتے تو ہم اس کے مظالم سے غافل ہوتے اور ہمیں اس کے جرائم کا احساس بھی نہ ہوتا۔

(۱۸) جب کوئی محسن احسان کو ادھورا اور نامکمل رکھے تو اس سے اچھا یہ ہے کہ احسان ہی نہ کرے (بلفظ دیگر) محسن کا ترکِ احسان بہتر ہے جب وہ احسان کو نا تمام رکھے۔

(۱۹) سارے بنی نزار جس کے غلام ہوں بلاشبہ وہ کسی پردیسی کو غلام بنانے سے بے نیاز ہے۔

(۲۰) سیف الدولہ جیسے (نامور) شخص کی غلامی کے لیے اس کی بے لوث اور مخلصانہ محبت اور عقل مند کے فخر کے لیے اس کا قرب کافی ہے۔

(۲۱) سیف الدولہ کو (اس صدمہ پر صبر کے) عوض میں اجر وثواب دیا جائے کہ یہ بزرگ ترین ثواب دینے والے کی جانب سے بڑا ثواب ہے / یا یہ نہایت بزرگ ثواب دینے والے کی جانب سے بڑا ثواب پانے والا ہے۔

(۲۲) یہ ایسے گھوڑوں کا شہ سوار ہے کہ خون نے جن کے سینوں کو شرابور کر دیا ہے، وہ دشوار تنگ مقام میں نیزہ بازی کرتا ہے۔

(۲۳) وہ جنگوں میں ریشمی خیموں کو ناپسند کرتا ہے، اس کے خیمے تو جنگ کے گرد و غبار ہی ہوتے ہیں۔ (یعنی وہ جفاکش اور بہادر ہے، عیش پرست اور بزدل نہیں۔)

(۲۴) اگر نفع بخش ہوتو ہم پر تیری مدد کرنا فرض ہے دلوں کو چاک کر کے، گریبان چاک کر کے نہیں۔

(۲۵) کچھ غم زدہ ایسے ہوتے ہیں جن کی پلکیں نہیں بھیگتیں اور کچھ بھیگی پلکوں والے غم زدہ نہیں ہوتے۔

(۲۶) اپنے والدین کے بارے میں سوچ کر تسلی حاصل کرلو کہ تم (پہلے تو ان کے غم میں) روئے تھے پھر جلد ہی خوشی کا موقع آ گیا تھا۔

(۲۷) جب شریف آدمی کا نفس پریشاں حالی اور بے صبری سے اپنی مصیبت کا سامنا کرتا ہے تو پلٹ کر پھر اس کے پیچھے خوش دلی اور صبر و تحمل لاتا ہے۔

(۲۸) غمگین بے چین شخص کو اپنی آہ و فغاں سے (ایک دن سکون پانا ہے) یا تو فوراً صبر کر کے سکون ہو یا رونے سے تھک ہار کر سکون ہو۔

(۲۹) تمھارے کتنے آباو اجداد ہیں کہ اپنی آنکھ سے تم نے ان کا چہرہ بھی نہیں دیکھا تو ان کے پیچھے تم نے آنسوؤں کے ڈول نہیں بہائے۔ (جب اپنوں کے ایسے صدمات پر صبر کیا تو ایک اجنبی غلام پر صبر کرنا کیا مشکل ہے؟۔)

(۳۰) حاسدین کی جانیں تم پر قربان ہو جائیں، کیوں کہ وہ تمھاری موجودگی اور غیر موجودگی دونوں حالت میں مبتلائے عذاب ہیں۔ (شیخ سعدی فرماتے ہیں: ع

حسود را چہ کنم کو زخود برنج در است)

(۳۱) وہ شخص ہمیشہ رنج و مشقت ہی میں رہتا ہے جو سورج کی روشنی سے جلتا ہے، اور اس کی نظیر لانے کی کوشش کرتا ہے۔

(۱۴) و قال یمدحه و یذکر بناءه مرعش: (ص ۹۶)

(۱) اے کاشانۂ محبوب! ہم تجھ پر قربان! اگر چہ تو نے ہمارے درد و کرب کو دوبالا کر دیا ہے، کیوں کہ تو کبھی اس خورشید حسن و جمال کا مشرق و مغرب تھا۔

(۲) حیرت ہے کہ ہم نے اس (محبوبہ کے گھر) کے نشانات کیسے پہچان لیے جس نے نشانات کی شناخت کے لیے نہ ہمارے پاس دل چھوڑا ہے اور نہ عقل۔

(۳) ہم اس محبوب کے احترام میں جو اس گھر سے دور ہو گیا کجاووں سے اتر کر پیدل چل رہے ہیں (اُسے ہم اس بات سے محترم سمجھتے ہیں) کہ اس کے مسکن پر سوار ہو کر فروکش ہوں۔

(۴) کاشانۂ محبوب کے ساتھ سفید (برسنے والے) بادلوں نے جو کچھ کیا اس پر ہم ان کی مذمت کرتے ہیں اور وہ جب بھی ہمارے سامنے رونما ہوتے ہیں، عتاب کے لیے ہم ان سے منھ پھیر لیتے ہیں۔

(۵) جو شخص عرصۂ دراز تک د کے ساتھ رہے تو وہ اس کی نظر میں اتنی بدلی ہوئی معلوم ہوگی کہ اس کے سچ کو وہ جھوٹ سمجھے گا۔

(۶) صبح و شام کے اوقات سے میں کیسے لطف اندوز ہو سکتا ہوں جب تک وہ نسیم (محبت) دوبارہ نہ چلے جو (اس وقت) چلی تھی۔

(۷) دیارِ حبیب کو دیکھ کر میں نے اس وصل کو یاد کیا (جو اتنا مختصر تھا) کہ گویا میں اس میں کامیاب ہی نہ ہوا، اور اس (مختصر سی) زندگی کو یاد کیا کہ گویا چھلانگ لگا کر جس کو میں نے طے کیا ہے۔

(۸) اور آنکھوں سے فتنہ انگیز اور محبت میں ہلاکت خیز محبوبہ کو (یاد کیا) جس کی خوشبو کسی بوڑھے تک پہنچ جائے تو وہ جوان ہو جائے۔

(۹) اس کا بدن ان موتیوں کا ہے جن کا اس نے ہار پہن رکھا ہے اور میں نے اس سے پہلے (کبھی) ایسا ماہِ کامل نہیں دیکھا جس نے ستاروں کا ہار پہن رکھا ہو۔

(۱۰) تو اے میرے شوق (وصال)! تو کتنا دیرپا ہے، اور ہائے میری دوری اور جدائی (تیرے ستم سے مجھے کون بچانے والا ہے؟، اور اے میرے آنسو! تو کس قدر بہنے والا ہے، اور میرے دل! تو کتنا شیفتہ وشیدا ہے۔

(۱۱) واللہ فراق پیدا کرنے والی دوری نے اس محبوبہ کے ساتھ اور میرے ساتھ کھیل کیا، اور سفر (عشق) میں مجھے (حیرانی کا) وہ توشہ دیا جو اس نے گوہ کو دیا تھا۔ (کہتے ہیں کہ جب گوہ اپنے سوراخ سے نکل کر کہیں جاتی ہے تو دوبارہ اسے نہیں پاتی، اور حیران و پریشان پھرا کرتی ہے۔)

(۱۲) اور جس کے آباواجداد شکاری شیر ہوں اس کی رات صبح کی سی ہوتی ہے، اور اس کی خوراک زورآوری سے حاصل کی ہوئی۔

(۱۳) عظمتوں کو پالینے کے بعد مجھے اس کی پروا نہیں ہوتی کہ یہ وراثت میں مجھے ملی ہیں یا اپنی محنت وکمائی سے۔

(۱۴) بہت جوان ایسے ہیں کہ ان کی طبیعت اور فطرت ہی انھیں (بغیر کسی استاد کے) شرافت و بزرگی سکھادیتی ہے جیسے سیف الدولہ نے خود ہی اپنے کو نیزہ بازی اور شمشیر زنی سکھائی۔

(۱۵) جب ملک کسی حادثہ میں اس سے مدد مانگتا ہے تو (تن تنہا) تلوار، ہتھیلی اور دل بن کر وہ اس کی بھرپور مدد کرتا ہے۔

(۱۶) ہندی تلواروں سے لوگ ڈرتے ہیں جب کہ وہ صرف لوہا ہیں، تو اس وقت (خوف و دہشت کا) کیا عالم ہوگا جب وہ قبیلہ نزار کی خالص عربی تلوار ہو۔

(۱۷) اور لوگ شیر کے دانت سے دہشت کھاتے ہیں جب کہ شیر تنہا ہی ہو، تو اس وقت (دہشت کا) کیا عالم ہوگا جب کہ اس کے ساتھ بہت سے شیر ہوں۔

(۱۸) سمندر کی موج سے لوگ خوف کھاتے ہیں حالاں کہ سمندر اپنی جگہ رہتا ہے تو اس کا خوف کتنا ہوگا جو موج زن ہو، تو سارے شہروں پر چھا جائے۔

(۱۹) وہ ادیان و مذاہب اور زبانوں کے رموز واسرار سے واقف ہے، اس کے افکار و خیالات ایسے ہیں جو اہل علم اور کتابوں کا پانی اتار لیتے ہیں۔ (یعنی وہ ایسے علمی دقائق اور فنی باریکیاں بیان کرتا ہے جن سے اہل علم کے دل اور ان کی تصانیف خالی ہیں۔)

(۲۰) خدا تجھ پر برکت نازل فرمائے، اے وہ بارانِ کرم جس کے باعث گویا ہماری کھالیں دیبا، منقش کپڑے اور یمنی چادریں اگاتی ہیں۔ (یعنی آسمانی بارش سے زمین پر سبزے نمودار ہوتے ہیں اور تیرے بارانِ کرم سے ہمارے جسم پر یہ ساری چیزیں نمودار ہوتی ہیں)

(۲۱) اور خوب خوب عطا کرنے والے، (لڑائی میں) گھوڑوں کو ہنکانے والے، (دشمنوں کی) زرہیں توڑنے والے اور آنتیں پھاڑنے والے۔

(۲۲) اہل سرحد کے لیے تیری رائے مبارک ہو اور یہ بھی کہ اے اللہ کی جماعت تو ان کے لیے معاون و مددگار بن گیا۔

(۲۳) اور تو نے وہاں زمانہ اور اس کی گردشوں کو خوف زدہ کردیا ہے، تو اگر اسے اس میں کوئی شک ہو تو اس کی زمین پر کوئی حادثہ پیدا کر دکھائے۔

(۲۴) تو کبھی شہ سواروں کے ذریعہ رومیوں کو تو ان سے دور بھگاتا ہے اور کبھی جود و عطا کے ذریعہ محتاجی اور قحط سالی ان سے دور کرتا ہے۔

(۲۵) تیری فوجیں پیہم (ان کے تعاقب میں) چل رہی ہیں، رومی سپہ سالار دُمُستُق بھاگ رہا ہے، اس کے فوجی مارے جارہے ہیں، اور اس کا مال لوٹا جارہا ہے۔

(۲۶) وہ مرعش میں (مارے خوشی اور جوش کے) دور کو قریب سمجھ کر آگے بڑھتے ہوئے آیا تھا، اور جب تو نے پیش قدمی کی تو (مارے دہشت کے) قریب کو دور سمجھتے ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگا۔

(۲۷) جو شخص (بزدلی کے باعث) نیزوں سے نفرت کرتا ہے وہ اسی طرح دشمنوں کو چھوڑ بھاگتا ہے، اور جسے غنیمت میں دہشت اور مرعوبیت ہی ہاتھ آئے وہ الٹے پاؤں لوٹ جاتا ہے۔

(۲۸) کیا اُقان میں اس کے قیام نے نیزوں کی نوکیں اور پتلی کمر والے صحت مند گھوڑے اس کی جانب سے پھیر دیے؟ (یعنی وہاں کے قیام سے اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔)

(۲۹) وہ چلتا بنا اس کے بعد کہ تھوڑی دیر دونوں طرف کے نیزے ایک دوسرے سے یوں پیوست ہوئے جیسے سونے کی حالت میں ایک پلک کے بال دوسری پلک کے بالوں سے پیوست ہوتے ہیں۔

(۳۰) لیکن رومی سپہ سالار اس وقت پیٹھ پھیر کر بھاگا جب (اس کے لشکر پر) ایسی سخت نیزہ زنی ہو رہی تھی، کہ وہ اسے یاد کرتا تو اپنا پہلو ٹٹولنے لگتا۔

(۳۱) وہ کنواری لڑکیوں، فوجی افسروں، اپنی بستیوں، پراگندہ بال پادریوں، قربانیوں (یا بادشاہ کے خاص لوگوں) اور صلیبوں کو چھوڑ گیا۔

(۳۲) میں دیکھتا ہوں کہ ہم میں ہر شخص اپنے لیے زندگی کا خواہاں، اس کا حریص اور اس پر فریفتہ وشیفتہ ہے۔

(۳۳) تو بزدل کی اپنی جان سے محبت نے اسے بچاؤ کے گھاٹ پر لا کھڑا کیا اور شیر دل کی جان سے محبت نے اسے جنگ میں لا اُتارا۔

(۳۴) دونوں رزق (نتیجے) مختلف ہیں، حالاں کہ کام ایک ہی ہے، یہاں تک کہ اس کی بھلائی اس کا جرم سمجھا جاتا ہے۔

(۳۵) تو وہ قلعہ ایسا ہو گیا کہ گویا اس کی دیوار نے اپنی بلندی کے شروع سے زمین تک ستاروں اور مٹی کو پھاڑ ڈالا ہے۔ (یعنی اس کی دیوار کی بلندی ستاروں کے اوپر تک، اور اس کی بنیاد تحت الثریٰ تک پہنچی ہوئی ہے۔)

(۳۶) تیز آندھی مارے ڈر کے اس سے رخ پھیر لیتی ہے اور پرندے اس میں دانا چگنے سے گھبراتے ہیں۔

(۳۷) (ممدوح کے) چھوٹے بالوں والے (عمدہ) گھوڑے اس کے پہاڑوں پر دندناتے پھرتے ہیں، جب کہ برف بار بادلوں نے اس کے راستوں میں روئی دُھن دی ہے۔

(۳۸) بڑی حیرت کی بات ہے کہ لوگ اس بات پر حیرت کرتے ہیں کہ اس نے قلعۂ مرعش تعمیر کیا، ان کی رائے تباہ و برباد ہو۔

(۳۹) عام انسانوں اور ممدوح کے درمیان کیا فرق رہ جائے گا جب کہ ڈرنے کی چیز سے وہ بھی ڈرے اور مشکل کام کو وہ بھی مشکل سمجھے۔

(۴۰) خلافت نے کسی عظیم مقصد ہی کی خاطر اسے دشمنوں کے مقابلہ کے لیے تیار کیا ہے، اور ساری دنیا کو چھوڑ کر اس کا نام شمشیر براں رکھا ہے۔ (یعنی اس کا نام سیف الدولہ رکھا ہے۔)

(۴۱) (دشمنوں کے) نیزے مہربانی کی وجہ سے اس سے جدا نہیں ہوئے ہیں اور نہ دشمنوں نے محبت کی وجہ سے ملک شام اس کے لیے چھوڑا ہے۔ (بلکہ یہ دونوں چیزیں ممدوح کے قہر اور غلبہ کی وجہ سے ہوئی ہیں۔)

(۴۲) لیکن انھیں وہاں سے ایک عمدہ تعریف والے شخص نے بے عزت کر کے دور کیا ہے، جس کو نہ کبھی کسی نے گالی دی اور نہ اس نے کبھی کسی کو گالی دی۔

(۴۳) اور ایسے لشکر جرار نے (دشمنوں کو مار بھگایا) جو (اپنے وجود سے) ایک پہاڑ کو دو بنا دیتا ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے وہ سخت آندھی ہو جو نرم و نازک شاخوں سے ٹکرا گئی ہو۔

(۴۴) گویا رات کے ستارے اس کی لوٹ مار سے گھبرا گئے اور اپنے اوپر گرد و غبار کے پردے تان لیے۔

(۴۵) تو اگر کوئی ایسا ہے کہ اس کی سلطنت پست اخلاقی اور کفر کو راضی کرتی ہے تو یہ وہ ہے جو اپنے رب اور بلند اخلاق کو راضی کرتا ہے۔

(۱۵)و قال ایضا فیما کان یجری بینهما من معاتبة :(ص ۱۰۲)

(۱) (اے ہم نشیں!) سن، سیف الدولہ کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ آج مجھ سے خفا ہے؟ تمام مخلوق اس پر قربان! وہ سب سے تیز دھار والی تلوار ہے۔

(۲) اور مجھے کیا ہو گیا ہے کہ جب میں اس سے ملاقات کی خواہش کرتا ہوں تو درمیان میں ایسے کشادہ میدان اور لق و دق صحرا دیکھتا ہوں جن کی مجھے خواہش نہیں۔

(۳) وہ میری نشست کو اپنے آسمان سے قریب رکھتا تھا۔ جہاں میں اس آسمان کے بدرِ کامل اور ستاروں سے محو گفتگو رہتا تھا۔ (اسکی نشست گاہ کو استعارہ کے طور پر آسمان کہا ہے)

(۴) تیرا کرم بالائے کرم ہے جب کہ تجھ سے سوال ہو، اور میں بار بار حاضر ہوں جب کہ تو بلانے والا ہو اور میں لینے والے کی حیثیت سے کافی ہوں اور تو دینے والے کی حیثیت سے کافی ہے۔

(۵) اگر میں (تیری تعریف میں) سچا تھا تو کیا یہی (ناراضی) میری سچائی کا صلہ ہے اور اگر میں (اس میں) جھوٹا تھا تو کیا یہی جھوٹ کا بدلہ ہے۔

(۶) اگر میرا گناہ تمام گناہوں کا مجموعہ ہے (تب بھی قابل معافی ہے) کیوں کہ جو اپنے گناہ سے تائب ہو کر آئے تو وہ اپنے سارے قصور بالکل مٹا دیتا ہے۔

(۱۶)و قال و قد عرض علی الامیر سیوف فیها واحد غیر مذهب الخ :(ص ۱۰۳)

(۱) ان دو (رنگوں) میں سب سے بہتر جن سے تلوار کو رنگا جاتا ہے خون ہے، اور اس کو رنگنے والی دو چیزوں میں بہتر غصہ ہے۔ (خیال رہے کہ تلوار کو دو رنگوں سے رنگا جاتا ہے، ایک سونے کا پانی، دوسرے خون۔ اور تلوار کو رنگنے والی دو چیزیں ہیں ایک تو رنگ چڑھانے والے کی مہارت اور دوسرے تلوار چلانے والے کا غصہ۔)

(۲) تو تم اسے سونے سے عیب دار نہ بناؤ، کیوں کہ سونا اور آب ایک ساتھ جمع نہیں ہوتے۔ (یعنی سونا چڑھانے سے تلوار کی آب داری اور تیزی جاتی رہتی ہے۔)

(۱۷)و قال فیه یعوده من دُمّل کان به :(ص ۱۰۴)

(۱) جس (مرض) نے تمھیں تکلیف پہنچائی ہے کیا اسے معلوم ہے کہ وہ کس (بلند رتبہ شخصیت) کو تکلیف پہنچا رہا ہے؟ اور کیا حوادث و مصائب آسمان تک چڑھ جاتے ہیں؟۔

(۲) اور تیرا جسم ہر مرض کی ہمت سے بالاتر ہے، تو ان میں سے ایک ادنیٰ بیماری کا اس سے قریب ہونا حیرت انگیز ہے۔

(۳) زمانہ پیار و محبت میں تجھ سے دل لگی کرتا ہے، اور کبھی پیار میں محبوب کو تکلیف پہنچ جاتی ہے۔

(۴) دنیا تجھے کسی چیز سے کیسے مریض بنا سکتی ہے، جب کہ تو خود دنیا کی بیماری کا طبیب ہے۔

(۵) اور تجھے کسی بیماری کی شکایت کیسے لاحق ہو سکتی ہے حالاں کہ پیش آنے والی مصیبتوں میں تجھی سے فریاد کی جاتی ہے۔

(۶) تو اس دن میں قیام سے اکتا جاتا ہے جس میں سچی (زوردار) نیزہ بازی اور بہتا ہوا خون نہ ہو۔

(۷) تو ایسا (جفاکش) مرد ہے کہ عزم و ہمت کی وجہ سے نرم و گداز گدے اسے بیمار بنا دیتے ہیں اور جنگیں اسے شفا دیتی ہیں۔

(۸) تجھے اس کے سوا کچھ نہیں ہوا کہ تو گھوڑوں کو اس حالت میں دیکھنا چاہتا ہے کہ ان کے پیر گرد آلود ہوں۔

(۹) وہ برابر پیش قدمی کر رہے ہوں اس حال میں کہ انھیں دشمنوں کی سرزمین مل رہی ہو اور گندم گوں نیزوں کو ان کی گردنیں اور کروٹیں مل رہی ہوں۔

(۱۰) تو لوٹتے ہوئے ان کی باگیں ڈھیلی کر دے، کیوں کہ ان کا مطلوب بعید قریب ہی ہے۔

(۱۱) کیا یہ ایسا مرض ہے کہ بقراط بھی اس سے چوک گیا؟ کیوں کہ اس مرض والے کی کوئی مثال نہیں ملی۔
(۱۲) روشن چہرے والے سیف الدولہ کی وجہ سے میری پلکیں ایسے آفتاب کے سایہ میں شام کرتی ہیں جو کبھی روپوش نہیں ہوتا۔
(۱۳) تو وہ جس سے لڑتا ہے میں بھی اس سے لڑتا ہوں اور اسی کی بدولت مجھے قوت ملتی ہے، اور وہ جس پر تیر چلاتا ہے میں بھی اس پر تیر چلاتا ہوں اور اسی کی بدولت میں صحیح نشانے تک پہنچتا ہوں۔
(۱۴) حاسدین اس سلسلہ میں معذور ہیں کہ مجھے جو اس کا دیدار نصیب ہے اس پر وہ جلیں اور پگھل جائیں۔
(۱۵) کیوں کہ میں ایسے مقام پر پہنچ گیا ہوں جہاں دل، آنکھوں پر حسد کرتے ہیں (کہ آنکھیں ممدوح کا دیدار کرتی ہیں اور ہم محروم ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی دوسرا حسد کرے تو وہ معذور ہے۔)

(۱۸) و احدث بنو كلاب حدثا بنواحي الس الخ: (ص ۱۰۶)

(۱) تیرے سوا کسی اور کے راعی و نگہبان ہونے کی وجہ سے بھیڑیوں نے کھیل بنالیا ہے اور تیرے سوا اور تلوار میں شمشیر زنی نے دندانے ڈال دیے ہیں۔
(۲) تو تمام جن وانس کی جانوں کا مالک ہے تو بنو کلاب اپنی جانیں کیسے بچاسکتے ہیں؟۔
(۳) تجھے نافرمانی کی وجہ سے انھوں نے نہیں چھوڑا ہے بلکہ اس لیے کہ جس گھاٹ کا پانی موت ہو وہاں اترنا ناپسند ہوتا ہے۔
(۴) تو نے انھیں تمام چشموں پر تلاش کیا یہاں تک کہ بادل سہم گئے کہ تو ان کی تلاشی نہ لے۔ (اس بنا پر کہ چشموں کی طرح ان میں بھی پانی ہے۔)
(۵) بہت سی راتیں تو نے ایسی گزاریں کہ ان میں نیند کا نام تک نہ تھا، اور نشان زدہ عربی گھوڑے تجھے لیے ہوئے دوڑ رہے تھے۔
(۶) لشکر تیرے اِرد گرد اپنے دونوں بازوؤں (میمنہ اور میسرہ) کو اس طرح ہلا رہا تھا جیسے عُقاب اپنے بازو ہلاتا ہے۔
(۷) اور تو ان کے بارے میں جنگلوں، بیابانوں سے پوچھتا پھرتا تھا یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے جواب دیا اور جواب وہی لوگ تھے۔ (یعنی اس جنگل میں وہ مل گئے۔)
(۸) جب وہ بھاگ کھڑے ہوئے تو ان کے اہل و عیال کے دفاع میں تیرے ہاتھوں کی سخاوت اور قریبی رشتہ داری نے تجھ سے جنگ کی۔ (یعنی تو اپنی سخاوت اور ان کی قرابت داری کی بنا پر انھیں قتل کرنے اور انہیں قیدی بنانے سے باز رہا)
(۹) اور یہ بات (ان کی حرم کے دفاع میں جنگ کرنے والی ہوئی) کہ ان کے بارے میں تو نے بنی مَعَد کے دونوں سابق بزرگ ربیعہ (مورث اعلی سیف الدولہ) اور مضر (مورث اعلی بنی کلاب) کا پاس رکھا، اور یہ لحاظ کیا کہ بنی کلاب بھی اپنے ہی خاندان کے لوگ ہیں اور ساتھی ہیں۔
(۱۰) تو اپنے نیزوں کی ٹھوس اور مضبوط انیوں کو اس وقت ان سے روک رہا تھا جب کہ ان کی زنانہ سواریوں سے پہاڑی گھاٹیاں بالکل بھر چکی تھیں۔
(۱۱) (مارے دہشت کے) عورتوں کے حمل عرق گیروں میں گر گئے اور حاملہ اونٹنیوں کے نر و مادہ بچے بھی ساقط ہو گئے۔
(۱۲) (ان میں ایسا انتشار بپا ہوا کہ) قبیلہ بنو عمرو ان کی داہنی جانب کئی بنی عمرو بن گئے تھے، اور قبیلہ بنو کعب ان کی بائیں جانب کئی بنی کعب بن گئے تھے۔
(۱۳) اور قبیلہ ابو بکر نے اپنے بیٹوں کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا اور قریظ و ضباب قبائل نے ایک دوسرے کی مدد چھوڑ دی تھی۔ (یعنی عجیب نفسی نفسی کا عالم تھا، ہر ایک کو اپنی پڑی تھی۔)
(۱۴) جب تو کسی قوم کے تعاقب میں روانہ ہوتا ہے تو کھوپڑیاں اور گردنیں ایک دوسرے کی مدد چھوڑ دیتی ہیں۔
(۱۵) تو ان کی عورتیں جیسے گرفتار ہوئی تھیں اسی طرح عزت و آبرو کے ساتھ اس طرح واپس ہوئیں کہ ان کے بدن پر ان کے ہار اور خوشبو بدستور موجود تھے۔

(۱۶) تونے ان پر جو احسان کیا ہے اس کا بدلہ وہ شکر سے دیتی ہیں، اور تو نے جو احسان کیا ہے اس کے مقابل ان کے بدلہ کی حیثیت ہی کیا ہے؟۔

(۱۷) تیرے پاس (گرفتار ہو کر) ان کا آنا کوئی بے عزتی کی بات نہیں، اور نہ تیرے پاس ان کی نگہداشت کوئی عیب کی بات ہے۔

(۱۸) اور جب وہ تیرا چہرہ دیکھ لیں تو بنی کلاب کو نہ پا کر بھی ان کے لیے اجنبیت اور بے وطنی نہیں۔

(۱۹) اور ایسے لوگوں میں تیری سختی بھر پور کیسے ہو جنھیں تو تکلیف پہنچائے تو یہ تکلیف یا وہ تکلیف زدہ خود تجھے دردمند کر دے (یعنی گہرے خاندانی تعلق کی بنا پر ان کے کسی فرد کو تکلیف میں بتلا دیکھ کر تجھے تکلیف ہوتی ہے۔)

(۲۰) سرکار! ان کے ساتھ نرمی کیجیے، اس لیے کہ (حساس غیرت مند) مجرم کے ساتھ نرمی بھی ایک عتاب ہے۔

(۲۱) وہ جہاں بھی رہیں تیرے غلام بن کر رہیں گے، اور جب بھی کسی آڑے وقت میں تو انھیں آواز دے گا وہ لبیک کہیں گے۔

(۲۲) وہ سراپا خطا کار ہیں، لیکن وہ پہلی جماعت تو نہیں جو خطا کر کے تائب ہوئی ہو۔ (بلکہ ان سے پہلے بہت سے خطا کاروں نے اپنے جرم سے توبہ کی ہے، اور ان کی توبہ قبول ہوئی ہے۔)

(۲۳) اور تو ان کی زندگی ہے جو اُن سے روٹھ گئی ہے، اور ان کی زندگی کا ان سے ترک تعلق ہی سزائے عظیم ہے۔

(۲۴) یہ بادیہ نشیں تیرے انعامات واحسانات سے ناواقف نہیں، لیکن بسا اوقات صحیح بات چھپ جاتی ہے۔ (یہ ترجمہ اس صورت میں ہے کہ "البوادی" "مَا جَهِلَت" کا فاعل ہو اور "ایادیك" مفعول ہو۔ اور اگر "البوادی" کو "ایادیك" کی صفت قرار دیا جائے اور فعل کا فاعل محذوف مانا جائے جیسا کہ عکبری سے منقول ہے تو ترجمہ یہ ہوگا:) یہ لوگ تیرے واضح احسانات سے ناآشنا نہیں لیکن الخ......

(۲۵) بہت سے گناہوں کو جنم دینے والا ناز و نخرہ ہوتا ہے، اور بہت سی دوریوں کو پیدا کرنے والی، نزدیکی ہوتی ہے۔

(۲۶) بہت سے جرم ایسے ہیں جنھیں قوم کے نادان لوگ کر بیٹھتے ہیں اور بے قصور لوگوں پر عذاب نازل ہوتا ہے۔

(۲۷) تو اگر وہ اپنے جرم کی بنا پر علی سے خوف زدہ ہیں تو جو علی سے خوف کھاتا ہے وہ اس سے (معافی کی) امید بھی رکھتا ہے۔

(۲۸) اگر چہ سیف الدولہ بنی قیس کے علاوہ دوسرے (قبیلہ) کی حکومت کی تلوار ہے پھر بھی قیس کی کھالیں اور کپڑے اسی کی بدولت ہیں۔ (یعنی اگر چہ ممدوح قبیلہ قیس سے نہیں پھر بھی وہ سب اسی کے ساختہ وپرداختہ ہیں۔)

(۲۹) اسی کے ابر کرم کے زیر سایہ وہ اُگے اور گھنے ہوئے اور اسی کے عہد سلطنت میں وہ بڑھے اور خوش حال ہوئے۔

(۳۰) اور اسی کے جھنڈے تلے انھوں نے دشمنوں کو مارا اور عربوں میں سے سخت ترین لوگ ان کے سامنے سرنگوں ہوئے۔

(۳۱) اگر امیر کے سوا کوئی اور ان سے جنگ کرتا تو کہرا ہی اسے ان کے آفتابوں تک پہنچنے سے روک دیتا۔ (یعنی عام اور معمولی قسم کے لوگ ہی ان سے لڑنے اور مار بھگانے کے لیے کافی ہوتے، خاص لوگوں اور سرداروں کی اس کے لیے ضرورت ہی نہ پڑتی۔)

(۳۲) اور اسے ان کے جانوروں کے باڑوں کے پاس (جو عموماً آبادی سے باہر ہوتے ہیں) ایسی سخت نیزہ بازی کا سامنا کرنا پڑتا، جہاں کوّے بھیڑیے سے ملتے۔ (یعنی وہاں ایسا سخت رن پڑتا کہ ان کے کشتوں کے پشتے لگ جاتے، جن پر کوّے اور بھیڑیے گوشت کھانے کے لیے ٹوٹ پڑتے اور دونوں کی وہاں ملاقات ہوتی۔)

(۳۳) اور ایسے (جفاکش) گھوڑوں کا (سامنا ہوتا) جن کی غذا جنگلوں کی ہوا ہوتی ہے، اور پانی کی بجائے ان کے لیے سَراب کافی ہوتا ہے۔

(۳۴) لیکن ان کا آقا (یعنی ممدوح) راتوں رات ان پر چڑھ آیا، تو نہ ٹھہرنا ان کے لیے نفع بخش ہوا اور نہ بھاگنا۔

(۳۵) اور نہ تاریک رات (ان کے لیے مفید ہوئی) اور نہ (روشن) دن، اور نہ (لوگوں کو) اٹھانے والے گھوڑے اور نہ سواری کے لائق اونٹ۔

(۳۶) تو نے انھیں لوہے کے ایسے سمندر کا نشانہ بنایا جس کی موجیں ان کے پیچھے خشکی میں تھیں۔

(۳۷) ممدوح شام کے وقت ان کے پاس اس حالت میں آیا کہ ان کے بستر ریشم کے تھے اور صبح کے وقت ان کو اس حالت میں چھوڑا کہ ان کے بچھونے مٹی کے تھے۔ (یعنی اس کے آنے کے بعد ریشمی بستر چھوڑ کر فرش خاک پر آبیٹھے یا تہِ تیغ ہو کر فرشِ زمین پر پڑ گئے۔)

(۳۸) اور (ان کی یہ حالت ہوگئی کہ) ان میں سے جن کے ہاتھ میں نیزے تھے اس کی طرح ہو گئے جس کے ہاتھ میں مہندی لگی ہو۔ (یعنی مارے دہشت کے ان کے مرد عورتوں کی طرح ہو گئے اور کوئی نہ لڑ سکا۔)

(۳۹) یہ سب سرزمین نجد پر تیرے باپ کے ہاتھوں قتل کیے جانے والوں کی اولاد ہیں اور وہ ہیں جنھیں اس نے اور اس کے نیزوں نے چھوڑ دیا تھا۔

(۴۰) اس نے انھیں معاف کر دیا اور بچپن میں انھیں آزاد کر دیا تھا جب کہ ان میں سے زیادہ تر کی گردنوں میں لونگ کے ہار پڑے تھے (جنھیں بچے ہی پہنتے تھے۔)

(۴۱) اور تم میں سے ہر ایک نے اپنے باپ کے کام کیے، تو تم میں سے ہر ایک کا کام حیرت ناک ہے۔ (ان کا یہ کام حیرت انگیز اس لیے ہے کہ ماضی میں سزا پانے کے باوجود پھر تیری نافرمانی اور بغاوت کی۔ اور تیرا کام عجیب اس لیے ہے کہ دوبارہ نافرمانی اور بغاوت کرنے کے باوجود تو نے انھیں معاف کر دیا۔)

(۴۲) جسے دشمنوں کو تلاش کرنا مقصود ہو اسے ایسے ہی راتوں رات چلنا چاہیے، اور تیرے شب خون مارنے کی طرح ہی تلاش ہونی چاہیے۔

(۱۹) و قال یرثی اخت سیف الدولة و قد توفیت بمیّا فارقین: (ص ۱۱۲)

(۱) اے بہترین بھائی (سیف الدولہ) کی بہن! اور اے بہترین باپ (ابوالہیجاء) کی بیٹی! میں نے ان دونوں باتوں سے سب سے زیادہ شریف نسب کا کنایہ کیا۔

(۲) میں تیری قدر و منزلت کو اس سے بلند سمجھتا ہوں کہ مرثیہ کہتے وقت تیرا نام لیا جائے۔ جس نے کنایۃً تیرا ذکر کیا، (تو سمجھ لے کہ) اس نے عربوں کے سامنے تیرا نام لے لیا۔ (کیوں کہ تیرے اوصاف ایسے مشہور اور ممتاز ہیں کہ جو دوسروں کے اندر پائے ہی نہیں جاتے، تو جس نے تیرے اوصاف بیان کر کے کنایۃً تیرا ذکر کیا گویا اس نے عربوں کے روبرو تیرا نام ہی لے لیا۔)

(۳) غم زدہ بے چین انسان اپنی گویائی اور آنسو پر اختیار نہیں رکھتا، یہ دونوں تو بے چینی اور غم کے بس میں ہوتے ہیں۔

(۴) اے موت! تو نے بے وفائی کی کہ اس کو مار کر کتنی تعداد میں تو نے لوگوں کو فنا کر دیا اور کتنے شور و شغب کو تو نے خاموش کر دیا۔ (یعنی کہنے کو تو تو نے صرف ایک خاتون کی جان لی مگر درحقیقت اس سے ان ہزار ہا ہزار افراد کی موت ہوگئی جو اس کی بخشش و عطا کے سہارے جیتے تھے۔)

(۵) اور بار ہا تو جنگ میں اس کے بھائی کے ساتھ رہی اور بار ہا تو نے اس سے مانگا تو نہ اس نے بخل سے کام لیا اور نہ تو نامراد ہوئی۔

(۶) جزیرہ کو طے کر کے (اس کی موت کی) خبر میرے پاس پہنچی تو میں نے اپنی امیدوں کے باعث اس بات کی پناہ لی کہ یہ خبر جھوٹی ہوگی۔

(۷) یہاں تک کہ جب اس کی صداقت نے میرے لیے کوئی امید باقی نہ چھوڑی تو میرے حلق میں آنسوؤں سے پھندا لگ گیا یہاں تک کہ قریب تھا کہ میری وجہ سے اس کے حلق میں پھندا پڑ جاتا۔

(۸) اس خبر سے منہ میں زبانیں، راستوں میں قاصد اور خطوط میں قلم لڑکھڑانے لگے۔

(۹) ایسا لگتا ہے کہ خولہ کی فوجوں نے دیارِ بکر کو پر نہیں کیا اور نہ اس نے خلعتیں بخشیں اور نہ عطیات دیے۔

(۱۰) اور (لگتا ہے کہ) اس نے پیٹھ پھیر کر جانے والی کسی زندگی کو نہیں لوٹایا اور نہ واویلا، واحربا (ہائے خرابی، ہائے بربادی) پکارنے والے کسی فریادی کی فریادرسی کی۔

(۱۱) جب سے اس کی موت کی خبر آئی ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ (فرطِ غم سے) سارے عراق کی رات دراز ہو گئی ہے، تو حلب میں سب سے بڑے جواں مرد کی رات کا عالم کیا ہوگا؟

(۱۲) وہ سمجھ رہا ہوگا کہ میرے دل میں (غم واندوہ کی) آگ نہیں بھڑک رہی ہوگی اور میری آنکھوں سے آنسو رواں نہیں ہوں گے۔

(۱۳) کیوں نہیں! اس کی حرمت کی قسم جو شرافت و بزرگی، علم وادب اور شاعروں کی حرمت کا خیال رکھتی تھی۔

(۱۴) اور (اس کی قسم!) جس کے اخلاق وعادات کا کوئی وارث نہیں ہوا البتہ اس کے ہاتھ کے مال و جائداد کے وارث ہوئے۔

(۱۵) نوخیزی کی حالت میں بھی اس کی ساری توجہ بلندی وشرافت کی طرف تھی، جب کہ اس کی ہم عمروں کی توجہ کھیل کود کی طرف تھی۔

(۱۶) جب اسے سلام کیا جاتا تو وہ اس کے دانتوں کے حسن و جمال کو جان لیتی تھیں، مگر دانتوں کی ٹھنڈک اور چاشنی کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ (یعنی کوئی اس کا شوہر بھی نہ ہوا تھا کہ مُنہ کی خوش آبی کو جان پاتا۔)

(۱۷) خوشبو کے دلوں میں اس کی مانگ سراپا مسرت تھی، اور خُود اور چلتہ کے دلوں میں سراپا حسرت۔ (کیوں کہ وہ مانگ میں خوشبو استعمال کرتی تھی اور خود و چلتہ نہ پہنتی تھی کہ یہ تو مرد پہنتے ہیں، عورتیں نہیں۔)

(۱۸) جب (خود اور چلتہ) اپنے پہننے والے (مرد) کا سر دیکھتے اور اسے (خولہ کو) دیکھتے تو وہ دوپٹوں کو اپنے سے بلند رتبہ سمجھتے تھے۔ (کیوں کہ دوپٹوں کو وہ استعمال کرتی تھی اور خود اس کے استعمال میں نہیں آتے تھے۔)

(۱۹) اگر چہ وہ عورت کی صورت میں پیدا ہوئی مگر معزز اور شریف پیدا ہوئی ہے، عقل وشرافت میں وہ عورت نہیں ہے۔

(۲۰) اگر اس کی اصل زبردست قبیلہ تغلب ہے (اور اس کے باوجود وہ ان میں سب سے افضل ہے تو اس میں کوئی تعجب نہیں) کیوں کہ شراب میں وہ بات ہے جو انگور میں نہیں۔ (حالاں کہ انگور اس کی اصل ہے۔)

(۲۱) کاش! دونوں آفتابوں میں سے طلوع ہونے والا غائب ہوتا اور غائب ہونے والا غائب نہ ہوتا۔ (دونوں آفتابوں سے مراد آسمان کا سورج اور مرحومہ خولہ ہے، جو نفع اور فیض رسانی میں سورج کی طرح ہے۔)

(۲۲) کاش! وہ آفتاب جسے دن واپس لایا اس آفتاب پر قربان ہوتا جو روپوش ہو گیا اور واپس نہیں آیا۔

(۲۳) اس جیسے کسی شخص نے یاقوت کا ہار نہیں پہنا اور نہ ہندی تلوار حمائل کی۔ (یعنی اس کے مثل نہ کوئی عورت ہوئی اور نہ مرد۔)

(۲۴) اور میں جب بھی اس کے احسانات میں سے کسی احسان کو یاد کرتا ہوں تو رو پڑتا ہوں، اور کوئی محبت بلا وجہ نہیں ہوتی.

(۲۵) اس کے دیکھنے پر ہر طرح کا پردہ تھا، تو اے زمین! تو نے ان پردوں پر قناعت نہیں کی۔

(۲۶) تو نے انسانوں کی آنکھوں کو اسے پاتے ہوئے نہیں دیکھا، تو کیا ستاروں کی آنکھوں پر تجھے حسد ہو گیا۔ (کہ تو ان کے اور خولہ کے درمیان حجاب بن گئی۔)

(۲۷) کیا تو نے میرا کوئی سلام سنا جو اس کے پاس آیا ہو؟ کیوں کہ میں عرصۂ دراز تک رہا اور کبھی قریب سے سلام نہیں کیا۔

(۲۸) اور ہمارا سلام ان مُردوں کو کیسے پہنچ سکتا ہے جو مدفون ہو چکے ہیں جب کہ وہ کبھی کبھی ہمارے زندہ غائب لوگوں تک پہنچنے سے قاصر رہ جاتا ہے۔

(۲۹) اے صبر جمیل! اس دل کے پاس جا جو مرحومہ سے سب سے زیادہ قریب ہے، اور اس دل والے سے کہہ اے سب سے نفع بخش بادل!

(۳۰) اور اے سارے لوگوں میں سب سے زیادہ شریف! میں تیرے شریف آباد اجداد کو چھوڑ کر لوگوں میں کسی کا استثنا نہیں کرتا۔

(۳۱) دونوں (بہنوں) کے زمانے نے دونوں کا تجھ سے بٹوارہ کیا، ان دونوں میں وہ (بڑی بہن) زندہ رہی جو (حسن و جمال اور نفاست میں) موتی کی مانند تھی، اس پر وہ (چھوٹی بہن) قربان ہوگئی جو (قدروقیمت میں) سونے کی طرح تھی۔ (خلاصہ یہ ہے کہ زمانہ نے اس بٹوارہ میں بڑی بہن کو تیرے حصہ میں لگادیا وہ تو جیتی رہی اور چھوٹی کو خود لے لیا۔)

(۳۲) اور چھوڑنے والا، چھوڑی ہوئی چیز کی تلاش میں پھر آیا، ہم تو غافل ہوجاتے ہیں اور زمانہ تلاش میں لگارہتا ہے۔ (اور جوں ہی موقع پاتا ہے اُڑالے جاتا ہے۔)

(۳۳) ان دونوں (کی موت) کے درمیان کیا ہیکم وقفہ رہا، یہ اس وقفہ کی طرح ہے جو اونٹوں کے پانی پر اترنے کی صبح اور اس سے لگی ہوئی رات کے درمیان ہوتا ہے۔ (عربوں کا طریقہ یہ تھا کہ جب وہ اونٹوں کو چرانے جاتے تو انھیں چراتے ہوئے آہستہ آہستہ چشمے کی طرف بڑھتے رہتے، جب شام کا وقت آجاتا اور ان کے اور پانی کے درمیان ایک رات کی مسافت رہ جاتی تو تیزی کے ساتھ اپنے اونٹوں کو ہکا دیتے اور صبح کے وقت گھاٹ پر پہنچ جاتے۔ اسی آخری رات کو عربی میں ''قَرَب'' کہتے ہیں۔)

(۳۴) تیرا رب تیرے غموں کے مقابل عفو ودرگزر کا بدلہ دے۔ اس لیے کہ ہر غمزدہ کا غم، غضب کا ساتھی ہوتا ہے۔ (غم اور غضب دونوں کسی ایسے ہی واقعہ پر ہوتے ہیں جو طبیعت کو ناگوار ہو لیکن جب اس واقعہ کا تدارک یا اس پر انتقام وسزا بس میں ہو تو وہ ناگواری غضب کی صورت میں رونما ہوتی ہے ورنہ غم بن جاتی ہے۔ تو مصیبت پر غم قضا وقدر سے ناراضی کا مظہر ہے۔ قضا سے ناراضی جرم ہے۔ اس لیے اس پر مغفرت کی دعا بجا ہے)

(۳۵) اور تم ایسے لوگ ہو کہ تمھاری طبیعتیں اس میں فیاض ہوتی ہیں جو خود عطا کریں اور اس چیز میں فیاض نہیں ہوتیں جو زبردستی ان سے چھین لی جائے۔ (لہٰذا اس موقع پر تمھارا غم وغصہ بجا ہے، کیوں کی زمانہ نے تمھاری مرضی کے بغیر تم سے تمھاری بہن کو چھین لیا۔)

(۳۶) عام بادشاہوں کے مقابلہ میں تمھارا مقام ایسے ہی ہے جیسے تمام پوردار لکڑیوں کے مقابلہ میں گندم گوں نیزوں کا۔

(۳۷) (خدا کرے) راتیں تمھیں نہ ستائیں کیوں کہ ان کے ہاتھ جب کسی پر وار کرتے ہیں تو کمان کی (مضبوط) لکڑی کو گھاس کے تنکے سے توڑ ڈالتے ہیں۔ (یعنی طاقت ور کو کمزور کے ذریعہ شکست خوردہ کردیتے ہیں۔)

(۳۸) اور (خدا کرے) یہ اس دشمن کی مدد نہ کریں جس پر تجھے غلبہ حاصل ہے، اس لیے کہ وہ سرخاب سے شکرے کا شکار کرلیتی ہیں۔

(۳۹) اگر یہ کسی محبوب چیز کو دے کر خوش کرتی ہیں تو اسی کو لے کر غمزدہ بھی کردیتی ہیں، اور دونوں صورتوں میں وہ تیرے ساتھ حیرت انگیز کام کرگئیں۔

(۴۰) بسا اوقات انسان (کسی مصیبت کو) مصیبتوں کی آخری حد سمجھ بیٹھتا ہے، پھر وہ اچانک ایسی پریشانی لے آتی ہیں جو وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتی۔

(۴۱) اور کسی نے ان سے اپنی ضرورت پوری نہیں کی اور ایک ضرورت دوسری ضرورت ہی پر ختم ہوتی ہے۔

(۴۲) (ہر چیز میں) لوگوں کا اختلاف ہے، حد یہ ہے کہ موت کو چھوڑ کر اور کسی چیز میں ان کا اتفاق نہیں، بلکہ موت کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔

(۴۳) تو کوئی کہتا ہے کہ انسان کی روح صحیح وسالم رہتی ہے، اور کوئی کہتا ہے کہ روح، جسم انسانی کے ساتھ ہلاکت میں شریک ہوتی ہے۔ (یعنی جسم کے ساتھ روح بھی مرجاتی ہے۔)

(۴۴) جو شخص دنیا اور اپنی روح کے بارے میں غور وفکر کرے گا تو یہ غور وفکر اسے عاجزی اور تکان کے درمیان کھڑا کردے گا۔

(۲۰) و انفذ الیہ سیف الدولۃ کتابا بخطہ الی الکوفۃ الخ :(ص:۱۱۷)

(۱) میں نے اس خط کو سب سے سچا خط سمجھا تو امیر عرب کا حکم میرے سر آنکھوں پر۔

(۲) میں اسے مانتا ہوں اور س کی آمد پر بے حد خوش ہوں اگر چہ عمل اس سے قاصر ہے جو میرے اوپر واجب ہے۔

(۳) اور چغل خوروں کے خوف کے سوا میرے لیے کوئی چیز مانع نہیں، اور چغل خوریاں تو جھوٹ ہی کے راستے ہیں۔

(۴) اور ان لوگوں کے بات گھٹا بڑھا کر کہنے اور ہم دونوں کے درمیان تگ و دو کرنے (کے اندیشے کے سوا اور کوئی چیز میری آمد سے مانع نہیں)

(۵) سچ تو یہ ہے کہ ممدوح کا کان ان کی مدد کرتا تھا اور اس کا دل اور شرافت میری مدد کرتے تھے۔(یعنی امیر ان کی باتیں اپنے کان سے سن تو ضرور لیتا تھا مگر ان کی تصدیق نہیں کرتا تھا اور اس کا دل میری ہی طرف مائل تھا۔)

(۶) اور میں نے چودھویں کے چاند سے کبھی نہیں کہا کہ تو چاندی ہے اور سورج سے کبھی نہیں کہا کہ تو سونا ہے۔(یعنی میں نے کبھی بھی تیری عظمت و بزرگی نہیں گھٹائی کہ تو مجھ سے خفا ہو۔)

(۷) کہ اس سے حد درجہ بردبار شخص رنجیدہ ہو جائے اور جلدی غصہ میں نہ آنے والا غصہ ہو جائے۔

(۸) اور تم سے (جدا ہونے کے) بعد کسی شہر نے مجھے نہیں روکا اور نہ میں نے اپنے آقائے نعمت کے بدلہ کوئی اور آقا اختیار کیا۔

(۹) اور جو عمدہ گھوڑے پر سوار ہونے کے بعد بیل پر سوار ہوگا تو اسے بیل کے گھر اور گردن کی لٹکتی ہوئی کھال بری لگے گی۔

(۱۰) بعض کا تو ذکر ہی چھوڑ، میں نے دنیا کے تمام بادشاہوں کو اس (بادشاہ) کے برابر نہیں مانا جو حلب میں رہتا ہے۔

(۱۱) اور اگر میں نے اور بادشاہوں کا نام اس کے نام پر رکھا (یعنی انھیں سیف اور تلوار کہا) تو ممدوح لوہے کی تلوار ہے اور وہ سب لکڑی کی۔(یعنی جو کچھ میں تیری تعریف کرتا ہوں وہ حقیقی ہوتی ہے، اوروں کی تعریف مجازی۔)

(۱۲) اس میں اور اُن میں کس چیز میں مشابہت ہے؟ رائے میں، یا سخاوت میں، یا شجاعت میں، یا ادب میں؟

(۱۳) وہ مبارک نام والا، روشن لقب والا، عمدہ طبیعت والا اور شریف النسب ہے۔

(۱۴) وہ جنگ باز ہے، اس کے نیزوں نے جن کو قیدی بنایا ہے، ان میں سے وہ (دوسروں کو) خادم عطا کرتا ہے، اور اس نے جو (مال واسباب) چھینا اور لوٹا ہے اس میں سے (دوسروں کو) خلعت عطا کرتا ہے۔

(۱۵) جب وہ مال جمع کرے تو (کوئی عیب نہیں، کیوں کہ) یہ جمع کرنے والا ایسا جوانمرد ہے جو اس مال سے خوش نہیں ہوتا ہے جس کو عطا نہ کرے۔

(۱۶) اور میں اس کے تذکرہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بادلوں سے سیرابی کی دعا (اس کے لیے) ضرور کرتا ہوں۔

(۱۷) اور میں اس کے انعامات واحسانات پر اس کی مدح وثنا کرتا ہوں اور وہ مجھ سے دور ہو یا نزدیک، میں اس کے قریب ہی رہتا ہوں۔

(۱۸) اور اس کی (بخششوں کی) بارشیں اگر چہ مجھ سے جدا ہو گئی ہیں لیکن ان بارشوں کا چھوڑا ہوا زیادہ تر پانی (یا ان سے بھرے ہوئے بیش تر تالاب) ابھی تک خشک نہیں ہوا ہے۔(یعنی اس کا عطا کردہ مال اب تک میرے پاس موجود ہے۔)

(۱۹) اے اللہ تعالیٰ کی تلوار، نہ کہ مخلوق کی، اور اے اخلاق کریمہ والی تلوار، نہ کہ دھاریوں والی تلوار!

(۲۰) اور اے ہمت والوں میں سب سے بلند ہمت، اور اے رتبہ والوں میں رتبوں کے سب سے بڑے شناسا!

(۲۱) اور اے خطّی نیزوں کو ہاتھ لگانے والوں میں سب سے بڑے نیزہ باز، اور اے شمشیر زنی کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر شمشیر زن!

(۲۲) انھیں الفاظ میں تمھیں سرحد والوں نے پکارا، تو تم نے ان کی آواز پر لبیک کہا جب کہ ان کی کھوپڑیاں (دشمنوں کی) تلواروں کے نیچے تھیں۔

(۲۳) اور جب کہ وہ اپنی لذیذ زندگی سے ناامید ہو چکے تھے، تو آنکھیں دھنستی جارہی تھیں، اور دل دھڑک رہے تھے۔

(۲۴) رومی سپہ سالار کو دشمنوں کی اس بات سے دھوکہ ہوا تھا کہ علی بھاری بدن والا اور سخت بیمار ہے۔

(۲۵) اور جب کہ ممدوح کے گھوڑوں یا شہ سواروں کو یہ بات خوب معلوم ہے کہ ممدوح بیماری کی حالت میں بھی جب (دشمنوں سے جنگ کا) تہیہ کر لیتا ہے تو وہ سوار ہو جاتا ہے۔

(۲۶) رومی سپہ سالار اہل سرحد کی زمین سے بھی زیادہ وسیع پیمانے پر ایسے گھوڑے لایا جن کی پیشانی کے بال لمبے اور دم کی ہڈی چھوٹی تھی۔ (یعنی بہت عمدہ گھوڑے لایا۔)

(۲۷) بلند و بالا پہاڑ اس کے لشکر میں غائب ہو جاتے ہیں، اور اگر غائب نہ ہوں تو چھوٹے چھوٹے نظر آتے ہیں۔

(۲۸) اور ہوا جب تک نیزوں کو پھاند کر نہ جائے یا چھلانگ نہ لگائے اس لشکر کی فضا کو پار نہیں کر سکتی۔

(۲۹) تو اس نے اہل سرحد کے شہروں کو اپنی فوجوں سے بھر دیا، اور شور و ہنگامے سے ان کی آوازوں کو دبا دیا۔

(۳۰) وہ کتنا برا تھا اس حال میں کہ اہل سرحد کے قتل کا طالب تھا، اور کیا ہی برا تھا اس حال میں کہ مطلوب کو چھوڑ بھاگا۔

(۳۱) (جب) تو دور تھا تو اس نے اہل سرحد کے ساتھ نیزوں کے ذریعہ جنگ کی اور (جب) تو آ گیا تو اس نے ان سے فرار کے ذریعہ جنگ کی۔

(۳۲) جب وہ آیا تو سرحد والے اس کے لیے سامانِ فخر تھے اور جب وہ بھاگا تو تو اس کے لیے سببِ عذر تھا۔

(۳۳) تو ان کے پاس ان کی موتوں سے پہلے ہی پہنچ گیا، اور مدد کا فائدہ تو ہلاکت سے پہلے ہی ہے۔

(۳۴) تو وہ اپنے پروردگار کے حضور سجدہ ریز ہو گئے، اور اگر تو ان کی فریاد رسی نہ کرتا تو وہ صلیبوں کو سجدہ کرتے۔ (یعنی رومی عیسائیوں کے خوف سے دین عیسائیت کے پیروکار ہو جاتے۔)

(۳۵) اور کتنی بار تو نے (ان کے دشمنوں کو) ہلاک کر کے ان سے ہلاکت کو دور کیا، اور (ان کے دشمنوں کو) مشکلات میں ڈال کر ان کی مشکل کشائی کی۔

(۳۶) اور رومیوں کا یہ خیال تھا کہ اگر رومی سپہ سالار پھر واپس آئے گا تو اس کے ساتھ تاج پوش شاہِ روم بھی آئے گا۔

(۳۷) وہ دونوں ان (حضرت عیسیٰ) سے مدد طلب کریں گے جس کی وہ پرستش کرتے ہیں، حالاں کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ انھیں سولی دے دی گئی ہے۔

(۳۸) تاکہ ان دونوں سے اس (مصیبت) کو دور کریں جو خود انھیں پہنچی ہے۔ تو اے لوگو! اس تعجب خیز چیز پر تعجب کرو۔

(۳۹) میں مسلمانوں کو ان مشرکوں کے ساتھ دیکھتا ہوں اپنی عاجزی کی وجہ سے یا ان کے ڈر کی وجہ سے۔

(۴۰) جب کہ تو اللہ کے ساتھ ایک جانب ہے، کم سونے والا اور زیادہ محنت کرنے والا۔

(۴۱) ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تنہا صرف تو توحید کا قائل ہے اور ساری مخلوق نے باپ بیٹے والا دین (عیسائیت) اختیار کر لیا ہے۔

(۴۲) تو کاش! تیری تلواریں اس حاسد کے جسم میں ہوتیں جو اس وقت رنجیدہ ہو جاتا ہے جب تو رومیوں پر غالب آتا ہے۔

(۴۳) کاش! تیری بیماری اس کے جسم میں ہوتی، اور کتنا اچھا ہوتا کہ تو محبت اور عداوت دونوں کا بدلہ دیتا۔

(۴۴) تو اگر تو اس کا بدلہ دیتا تو اس صورت میں مجھ کو قوی ترین سبب کے باوجود کم تر حصہ ملتا۔ (کیوں کہ تیری توجہ میری طرف نہیں رہی۔ اس صورت میں یہ سیف الدولہ پر عتاب ہے۔ اور "اضعف" "ضُعف بمعنی کمزوری سے مشتق ہوگا۔ اور اگر

''أُضْعِفَ'' ضِعف بمعنی دوگنا کرنا سے مشتق ہو تو یہ معنی ہوں گے۔) کہ اگر تو محبت وعداوت کے حساب سے حصہ دیتا تو میرے سبب کے زوردار ہونے کی وجہ سے مجھے (اوروں سے) دوگنا حصہ ملتا۔ (گویا یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ میری محبت اوروں سے دوگنی ہے۔ اور اس صورت میں یہ ظاہراً گزشتہ شعر کے موافق ہوگا۔)

(۲۱) **و قال ارتجالا و قد عزله ابو سعيد المُجيمري على تركه لقاء الملوك في صباه :** (ص ۱۲۲)

(۱) اے ابوسعید! (مجھ سے اپنی) ناراضگی دور کر، کیوں کہ بہت سی رائیں درستگی سے خطا کر جاتی ہیں۔ (یعنی بعض رائیں درست اور صحیح نہیں ہوتیں۔)

(۲) ان بادشاہوں نے بہت سے پہرہ دار مقرر کر دیے ہیں اور ہمیں روکنے کے لیے بہت سے دربان کھڑے کر رکھے ہیں۔

(۳) اب تو شمشیر براں کی دھار، لچک دار گندم گوں نیزے، اور عربی النسل گھوڑے ہمارے اور ان کے درمیان کے پردہ کو اٹھائیں گے۔

(۲۲) **و قال ارتجالا لبعض الكلابيين الخ :** (ص ۱۲۳)

(۱) میرے دوستوں کے لیے زیبا ہے کہ وہ صاف وشفاف شراب سے جام پر کریں۔

(۲) ان کا فرض یہ ہے کہ وہ مجھے (جام لبالب) دیں اور میری یہ ذمہ داری ہے کہ میں نہ پیوں۔

(۳) یہاں تک کہ جب شمشیر براں (اپنی جھنکار) سنائیں تو میں خوش ہو جاؤں۔

(۲۳) **و قال يرثي محمد بن اسحق التنوخي الخ :** (ص ۱۲۳)

(۱) اس کے بارے میں زمانے کی کن کن گردشوں پر ہم عتاب کریں، اور اس کے کن کن مصائب سے انتقام کا مطالبہ کریں؟ (کیوں کہ ان کی تعداد تو بہت زیادہ ہے۔)

(۲) وہ شخص جاتا رہا جس کے کھو جانے پر ہم نے صبر کھو دیا حالاں کہ وہی ہمیں صبر دیا کرتا تھا جب کبھی صبر دور ہو جاتا تھا۔

(۳) وہ غبار جنگ کے ایسے آسمان تلے دشمنوں سے ملتا، جس کے دونوں جانب اس کے نیزے ستارے ہوتے۔

(۴) پھر وہ غبار اس سے اس حالت میں دور ہوتا جب کہ دھاروں میں دندانے پڑ جانے کی وجہ سے تلواریں ایسی معلوم ہوتیں جیسے خود ان پر وار کیا گیا ہے۔

(۵) وہ سورج کی طرح نکلیں جب کہ میانیں ان کے نکلنے اور مردوں کی کھوپڑیاں ان کے ڈوبنے کی جگہیں تھیں۔

(۶) مختلف مصیبتیں ایک مصیبت میں جمع کر دی گئیں، اور یہ بھی کافی نہ ہوا تو بہت سی اور مصیبتیں بھی اس کے پیچھے آ گئیں۔

(۷) ہمارے باپ کے بیٹے (یعنی چچیرے بھائی) کا مرثیہ ایسے شخص نے کہا جو اس کا رشتہ دار نہیں، اور ہم کو اس سے دور کر دکھایا حالاں کہ ہم ہی اس کے اقارب ہیں۔

(۸) اور اس نے تعریض کے طور پر یہ کہا کہ ہم اس کی موت پر خوش ہیں، اگر ایسا نہ ہو تو اس کے رخساروں پر تلواریں پڑیں۔ (یعنی میں مار ڈالا جاؤں۔)

(۹) کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ ایک باپ کی اولاد کے درمیان ایک یہودی بچے کی وجہ سے (چغل خوریوں کے) بچھو دوڑنے لگیں۔

(۱۰) سنو! محمد بن اسحٰق تنوخی کی موت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ (کے حکم اور فیصلے) پر کوئی غالب نہیں ہے۔

(۲۴) **و قال يمدح المغيث بن علي بن بشر العجلي :** (ص ۱۲۴)

(۱) (میرے) آنسوؤں نے دیارِ حبیب میں بہ کر اس حق کو ادا کر دیا جو اس دیار کے باشندوں کا مجھ پر بنتا تھا۔ اور (مجھے غم فراق) سے شفا دی۔ (کیوں کہ رونے سے جی ہلکا ہوتا ہے۔) کہاں حق ادا کیا، اور کہاں شفا دی؟ اس کے وہ قریب بھی نہ ہوئے۔

(۲) ہم وہاں رُکے تو وہ مسکن (غم فراق کو تازہ کر کے) ہماری ان عقلوں کو بھی لے گیا جو فراق محبوب نے ہمارے لیے باقی چھوڑی تھیں، اور (بوقت فراق) جو عقل جاتی رہی اسے بھی واپس نہ کیا۔

(۳) میں نے دیار محبوب کو اشک رواں سے سیراب کیا جن کو اس نے بارش سمجھا، وہ پلکوں سے رواں تھے جن کو اس نے بادل تصور کیا۔

(۴) یہ اس محبوبہ کا دولت کدہ ہے، جس کے خواب وخیال نے رات میں آکر مجھے ڈرا دیا تو میری آنکھیں سچی نہ ہوئیں اور نہ وہ خیال جھوٹا ہوا۔

(۵) میں نے اسے دور کیا تو قریب آ گیا، اور قریب کیا تو دور ہو گیا، اسے چُمکارا تو رام نہ ہوا اور بوسہ لینا چاہا تو انکار کر دیا۔

(۶) میرا دل ایک بادیہ نشین حسینہ پر شیدا ہو گیا ہے، جس نے ایسے خانۂ دل میں ڈیرا جما لیا ہے جس کے لیے اس نے طنابیں نہیں کھینچیں۔

(۷) اس کے قد کو نرم ونازک شاخ سے تشبیہ دے کر اس پر ظلم کیا جاتا ہے، اور لعاب دہن کو شہد سے تشبیہ دے کر اس پر ستم ڈھایا جاتا ہے۔ (کیوں کہ اس کا قد نازکی میں تر وتازہ شاخ سے اور اس کا لعاب دہن شیرینی اور لذت میں شہد سے کہیں بڑھ کر ہے۔)

(۸) وہ گوری چٹی ہے (اور اپنی نرم مزاجی اور شیریں کلامی سے) اس بدن کا لالچ دلاتی ہے جو اس کے لباس میں چھپا ہوا ہے، مگر جب اسے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے تو یہ مقصد دشوار ہوگا۔ (یعنی وہ حسین وجمیل، شیریں کلام اور نرم مزاج ہونے کے ساتھ ہی عفت مآب اور پاک دامن بھی ہے۔)

(۹) گویا وہ سورج ہے، جس کی کرن، پکڑنے والے کے ہاتھ کو عاجز کر دیتی ہے، حالاں کہ آنکھ اسے قریب ہی دیکھتی ہے

(۱۰) وہ ہمارے پاس سے اپنی دو سہیلیوں کے بیچ رہتے ہوئے گذری تو ہم نے اس سے کہا کہ یہ نوخیز ہرنی عرب عورتوں کی ہم جنس کیسے ہو گئی؟۔

(۱۱) تو پہلے تو وہ ہنسی پھر کہا کہ ایسے ہی جس طرح مغیث، شریٰ (کچھار) کا شیر معلوم ہوتا ہے۔ حالاں کہ جب اس کا نسب بیان ہو تو وہ بنی عجل سے ہے۔ (جو عربوں کا ایک قبیلہ ہے۔)

(۱۲) اس نے ایسے شخص کا ذکر کیا جو نام لیے جانے والوں میں سب سے بہادر، عطاو بخشش کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر سخی، اور لکھنے لکھانے والوں میں سب سے بڑھ کر فصیح وبلیغ ہے۔ (یعنی میرے تعجب کا جواب دینے کے لیے محبوبہ نے ایک بے نظیر نظیر پیش کی اور وہ نظیر میرا ممدوح مغیث بن علی ہے۔)

(۱۳) اگر اس کے دل میں گردش کرنے والا خیال کسی اپاہج میں جاگزیں ہو جائے تو وہ چلنے لگے، کسی جاہل میں سما جائے تو نشہ جہالت جاتا رہے، کسی گونگے میں آجائے تو وہ زبان آور خطیب ہو جائے۔

(۱۴) جب وہ سامنے ہو تو اس کی ہیبت تیری آنکھوں کا پردہ بن جائے، حالاں کہ جب وہ حجاب میں ہو تو کوئی پردہ اسے نہیں چھپا سکتا۔

(۱۵) اس کے چہرہ کی ایسی سفیدی اور تابانی ہے جس کے سامنے سورج تمہیں سیاہ وتاریک معلوم ہوگا، اور اس کے پاس الفاظ کے ایسے موتی ہیں جن کے سامنے سچے موتی تمہیں خزف ریزے (ٹھیکری) معلوم ہوں گے۔

(۱۶) اس کے پاس عزم وہمت کی ایسی تلوار ہے جس کی حرکت اور تیزی تلوار کو (دشمنوں کے) خونِ جگر سے رنگین اور اس کی دھار کو تر کر کے واپس لاتی ہے۔

(۱۷) جنگ کے گرد وغبار میں جب دشمن کا اس سے سامنا ہو جائے تو اس کی عمر اس مال کی عمر سے بھی کم ہوتی ہے، جس کو حاصل کر کے وہ بخش دیتا ہے۔ (یعنی وہ بے انتہا بہادر اور حد درجہ سخی ہے۔)

(۱۸) تو اس سے بچ کر رہ، اور جب تو اسے آزمانا ہی چاہے تو اس کا دشمن بن جا، یا اس کا مال ہو جا۔ (پھر دیکھ کہ تو کتنی دیر زندہ رہتا ہے۔)

(۱۹) اس کا ذائقہ شیریں ہے لیکن جب وہ غضب ناک ہو جاتا ہے تو وہ بالکل بدل جاتا ہے یہاں تک کہ اگر اس کا ایک قطرہ سمندر میں پڑ جائے تو اسے پیا نہ جا سکے۔

(۲۰) اور زمین اپنے اس خطہ پر رشک کرتی ہے جہاں وہ فروکش ہوتا ہے، اور گھوڑے اس گھوڑے سے حسد کرتے ہیں جس پر وہ سوار ہو جاتا ہے۔ (یعنی جانور تو جانور بے جان چیزیں بھی اس کی رفاقت وصحبت کو اپنی معراج کمال تصور کرتی ہیں۔)

(۲۱) وہ اپنے منہ سے کسی سائل کی ہتھیلی کو اپنی طرف سے نہیں پھیرتا، جب کہ وہ تنہا شور وشغب والے لشکر جرار کو پھیر دیتا ہے۔

(۲۲) اس کی ملکیت میں جب بھی ایک اشرفی اپنے ساتھی (یعنی دوسری اشرفی) سے ملتی ہے تو ایک ساتھ ہونے سے پہلے ہی اس سے جدا ہو جاتی ہے۔

(۲۳) اس کا مال ایسا ہے کہ جیسے جدائی کا کوا اس کی تاک میں لگا رہتا ہے، کہ جوں ہی کسی نے کہا یہ سائل آیا وہ بول پڑتا ہے۔ (اور ممدوح، سائل کو عطا کر کے اس مال کو اپنے سے جدا کر دیتا ہے)

(۲۴) ممدوح ایسا سمندر ہے کہ اس کے عجائبات نے اپنے بعد رات کی داستانوں اور سمندر کے عجائبات میں کوئی حیرت ناک باتی نہیں چھوڑی۔

(۲۵) ابن علی کو ایسے رتبہ کا حصول قناعت گزیں نہیں بناتا جس کے حصول کی کوشش کرنے والا عاجزی اور درماندگی کا شکوہ کرتا ہے۔

(۲۶) بنی عجل نے ممدوح کے نام سے جھنڈا لہرایا تو وہ بنی عجل کا قائد اور سردار ہو گیا اور سارے لوگ بنی عجل کے پس رَو اور تابع ہو گئے۔

(۲۷) وہ آسان چیزوں کو چھوڑنے والے اور دشوار چیزوں کو قابو میں لانے والے ہیں۔

(۲۸) وہ چمکتی ہوئی تلواروں کو اپنے گھوڑوں کا برقعہ بنانے والے ہیں، (تاکہ کوئی ان گھوڑوں تک نہ پہنچ سکے۔) اور مسلح بہادروں کی کھوپڑیوں کو اپنے نیزوں کا پَر بنانے والے ہیں۔

(۲۹) اگر موت کا ان سے سامنا ہو جائے تو (نہ آگے بڑھے، نہ پیچھے بھاگے بلکہ) بے عقل وتدبیر ہو کر ٹھہر جائے، پیش قدمی اور فرار دونوں کو (پُر خطر ہونے سے) متہم کرے۔ (اول میں ہلاکت کا خطرہ، دوم میں تعاقب اور گرفتاری کا اندیشہ)

(۳۰) ان کے مراتب بلند ہوتے گئے اور تخیل ان مراتب کے پیچھے پیچھے چلتا رہا، تو تخیل ستاروں سے بھی آگے نکل گیا، لیکن ابھی وہ ان مراتب کے پیچھے ہی تھا۔ (یعنی ان کے رتبے اتنے بلند ہیں کہ انسانی تخیل کی وہاں تک رسائی نہیں۔)

(۳۱) ان کی خوبیاں ایسی ہیں جنھوں نے میری شاعری کو (پانی کی طرح) کھینچ لیا، تاکہ وہ ان کی خوبیوں کو پُر کر دے، تو شاعری اس طرح واپس ہوئی کہ وہ خوبیاں اس سے پُر نہ ہوئی تھیں، اور نہ ہی وہ شاعری خشک ہوئی تھی۔ (مطلب یہ ہے کہ نہ ان کی خوبیوں کی کوئی حد ہے اور نہ میری شاعری کی۔ نہ ان کی خوبیاں ختم ہو رہی ہیں اور نہ میری شاعری۔)

(۳۲) تیرے فضائل ومناقب ایسے ہیں کہ ان کے ذریعہ تو ساری دنیا سے آگے بڑھ گیا ہے، اور جو چیز حد سے آگے بڑھ گئی ہو اس کو طلب کرنے کی کون طاقت رکھتا ہے؟

(۳۳) جب تو انطاکیہ میں مقیم تھا تو سوار برابر حلب میں میرے پاس تیرے (جود وسخا کی) خبریں لاتے رہے۔

(۳۴) تو میں کسی طرف متوجہ ہوئے بغیر تیری طرف اپنی محتاجی وغربت اور شعر وادب کی سواریوں کو ہنکاتے ہوئے چل پڑا۔

(۳۵) زمانے نے مجھے ایسی پریشانی کا مزہ چکھایا جس سے میں گلوگیر ہو گیا، اگر خود زمانہ اس کا مزہ چکھ لیتا تو جب تک زندہ رہتا روتا، اور آہ بھرتا۔

(۳۶) اگر میں زندہ رہ گیا تو جنگ کو ماں، سَمہری نیزہ کو بھائی اور مَشْرَفی تلوار کو اپنا باپ بناؤں گا۔(یعنی ہمیشہ لڑائی میں رہوں گا تاکہ اپنے مقصد تک پہنچ سکوں۔)

(۳۷) ہر اس غبار آلود جوان کے ساتھ جو موت سے مسکرا کر ملتا ہے، جیسے کہ قتل ہونے سے اس کی کوئی ضرورت متعلق ہو

(۳۸) ایسا خالص عربی النسل (جو جنگ کا اتنا شوقین ہو) کہ ایسا لگے کہ گھوڑوں کی ہنہناہٹ عزت طلبی یا نشاط کے باعث اسے اس کی زین سے نیچے پھینک دے گی۔

(۳۹) تو موت میری سب سے بڑی عذر خواہ ہے، (یعنی میرے لیے ذلت کی زندگی سے موت بہتر ہے) اور صبر میرے شایانِ شان ہے، اور میدان میرے لیے کشادہ ہے، اور دنیا اس کی ہے جو اس پر غالب آجائے۔

(۲۵) و قال يمدح علي بن منصور الحاجب : (ص ۱۳۰)

(۱) میرے باپ ان خورشیدانِ حسن و جمال پر قربان جو ناز و ادا سے چلتے ہوئے روپوش ہو جاتے ہیں، اور جو ریشمی چادریں اوڑھے ہوئے ہیں۔

(۲) وہ ہمارے دلوں اور عقلوں کو اپنے ان رخساروں سے لٹوا لینے والی ہیں جو لوٹنے والے کو لوٹ لیتے ہیں۔

(۳) وہ نازک بدن (اپنے فراق سے عاشقوں کو) قتل کرنے والی، (وصال سے) زندگی بخشنے والی اور عجیب و غریب ناز نخرے دکھانے والی ہیں۔

(۴) انھوں نے مجھ پر فدائیت کا اظہار کرنا چاہا، اور انھیں رقیب کا خوف ہوا تو اپنے ہاتھ اپنے سینوں پر رکھ دیے۔(گویا اشارہ کی زبان میں کہا کہ ہماری جانیں تم پر قربان۔)

(۵) وہ اولے جیسے دانوں سے مسکرائیں مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں اپنی سانسوں کی گرمی سے اسے پگھلا نہ دوں تو میں خود ہی پگھل گیا۔

(۶) تو کیا ہی خوب ہیں یہ کوچ کرنے والے، اور کیا خوب ہے وہ وادی جہاں میں نے نوخیز ہرنی کا بوسہ لیا۔

(۷) مصائب و آلام سے رہائی کی امید کیسے کی جاسکتی ہے، اس کے بعد کہ انھوں نے میرے اندر اپنے پنجے گاڑ دیے۔

(۸) انھوں نے مجھے اکیلا کر دیا، اور اپنی آخری حد کو پہنچا ہوا ایک اکیلا غم (غمِ فراق) پایا، تو اسے میرا ساتھی بنا دیا۔

(۹) انھوں نے مجھے تیر اندازوں کے ہدف کی طرح بنا دیا۔ مجھے ایسی مصیبتوں (کے تیر) لگ رہے ہیں جو تلوار کی دھاروں سے بھی زیادہ تیز ہیں۔

(۱۰) دنیا نے مجھے پیاسا بنا دیا، تو جب میں اس کے پاس پانی مانگنے آیا تو مجھ پر مصائب کی بارش کر دی۔

(۱۱) اور مجھے (سفر میں سواری کے لیے) دھنسی ہوئی آنکھوں والی اونٹنیوں کی بجائے پرانے چمڑوں کا کالا موزہ دیا گیا تو میں اس پر سوار ہو کر پیدل چلنے لگا۔

(۱۲) یہ ایسے حالات ہیں۔ جب ابن منصور کو ان کا علم ہو جائے گا تو زمانہ میرے پاس ان سے توبہ کرتے ہوئے آئے گا۔(یعنی ممدوح اپنے انعام و احسان کے ذریعہ اس کی ایسی بھرپائی کرے گا کہ زمانہ اپنے کیے پر نادم ہوگا۔)

(۱۳) وہ ایسا بادشاہ ہے کہ اس کے نیزوں کی نوک اور اس کی انگلیاں (دشمنوں کا) لہو اور جود و سخا کی بارش کرنے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کر رہی ہیں۔

(۱۴) وہ اپنے سائلوں کے لیے باعظمت چیز کو بھی حقیر سمجھتا ہے، اور دجلہ کو پیاسے کے لیے ناکافی خیال کرتا ہے۔

(۱۵) وہ ایسا شریف ہے کہ تو اس کی جانب سے اس کے ان عظیم کارناموں کو بیان کرے جو اس نے انجام دیے ہیں تو وہ تجھے جھوٹا سمجھے گا۔

(۱۶) تو اس کی بہادری دوسروں سے پوچھ کر معلوم کرلے، اور صلح جو ہو کر اس سے ملاقات کر، اور جنگ جو ہو کر اس سے ملنے سے بچ اور پرہیز کر۔

(۱۷) کیوں کہ موت کی طبیعت اس کے اوصاف سے جانی جاتی ہے، اور تیری کسی ایسے شخص سے ملاقات نہیں ہوگی، جو موت کا مزہ چکھ کر دوبارہ واپس آیا ہو۔

(۱۸-۱۹) جب تو اس سے ملنا چاہے تو تیری ملاقات یا تو جنگ کے گرد وغبار سے ہوگی یا لشکرِ جرار سے، یا نیزہ چلانے والے، یا شمشیر زنی کرنے والے سے یا میدان جنگ سے بھاگنے والے سے یا (اس کے جود وسخا کے) طالب سے یا (اس کے احسان وانعام کی) رغبت رکھنے والے سے یا (اس سے) ڈرنے والے سے یا (اس کی تلوار سے) مرنے والے سے یا (اپنے مقتولوں پر) آہ وبکا کرنے والے سے۔

(۲۰) اور جب تو پہاڑوں پر نظر ڈالے گا تو تو انھیں ہموار زمینوں پر لچکتے ہوئے نیزے، اور کاٹنے والی تلواریں پائے گا۔ (یعنی جنگی سامان سے بھرا اور چھپا ہوا ہوگا)

(۲۱) اور جب تو ہموار زمینوں پر نگاہ ڈالے گا تو انھیں پہاڑوں کے نیچے شہ سواروں اور کوتل گھوڑوں کے رُوپ میں دیکھے گا۔ (دونوں شعروں کا مفہوم یہ ہے کہ ممدوح کی فوجیں پہاڑوں اور ہموار زمینوں میں پھیلی ہوئی ہیں، دونوں جگہ اس کے فوجی، گھوڑے اور ہتھیار ہی نظر آتے ہیں۔)

(۲۲) اور ایسا غبار (دیکھے گا) کہ لوہے (کی چمک) نے جس کی سیاہی کو اس طرح کر دیا ہے جیسے کوئی حبشی مسکرا رہا ہو، یا جیسے سیاہ بالوں کے اندر سفید بال والی گدی ہو جس کے بال سفید ہو گئے ہوں۔

(۲۳) تو ایسا لگتا ہے جیسے اس (پھیلے ہوئے غبار) کے سبب دن کو رات کی سیاہی کا لباس پہنا دیا گیا ہے اور نیزوں نے ستارے طلوع کر دیے ہیں۔

(۲۴) اور اس غبار کے ساتھ مصائب وآلام کا لشکر جمع ہو گیا اور لوگ اس میں مختلف ٹکڑیوں میں اکٹھا ہو گئے ہیں۔

(۲۵) وہ سارے فوجی ایسے شیر ہیں جن کے شکار بھی شیر ہیں، ایک ایسا شیر ان کی قیادت کر رہا ہے جس کے سامنے سارے شیر لومڑی بن جاتے ہیں۔

(۲۶) وہ (ممدوح) ایسے مرتبہ پر فائز ہے جس کے حصول سے اس نے ساری مخلوق کو روک دیا، اور بلند و بالا ہو گیا تو لوگوں نے اس کا نام ''علی حاجب'' رکھ دیا۔

(۲۷) کثرت سخاوت کی بنا پر لوگ اسے فضول خرچ کہتے ہیں، اور (دشمنوں کی) جانیں چھیننے کی وجہ سے لوگ اسے غاصب کہنے لگے ہیں۔

(۲۸) یہ وہ ہے جس نے سونے کو عطیات دے کر، دشمنوں کو قتل کر کے اور زمانہ کو تجربے کر کے فنا کر دیا ہے۔

(۲۹) وہ ملامت گروں کو ان (مقاصد) میں ناکام بنانے والا ہے انھوں نے اس سے جن کی امید باندھ رکھی ہے، حالاں کہ وہ کسی ہاتھ کو ناکام ونامراد واپس نہیں کرتا۔

(۳۰) یہ وہ ہے جس کی جانب سے جو کچھ تم نے موجودگی کی حالت میں دیکھا ہے وہ بالکل اسی کے مثل ہے جو تم نے اس کی طرف سے عدم موجودگی کی حالت میں دیکھا ہے۔

(۳۱) وہ چودھویں کے چاند کی طرح ہے کہ تم جہاں سے بھی اس کی طرف رخ کرو گے دیکھو گے کہ وہ تمہاری آنکھوں کو روشن نور کا تحفہ دیتا ہے۔

(۳۲) وہ سمندر کی مانند ہے جو سخاوت کی وجہ سے نزدیک والوں کے لیے موتی باہر پھینکتا ہے اور دور والوں کے لیے بادل روانہ کرتا ہے۔

(۳۳) وہ اس سورج کے مثل ہے جو ہے تو بیچ آسمان میں، مگر اس کی روشنی مشرق و مغرب ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔
(۳۴) اے سخی داتاؤں کو حقیر بنانے والے اور انھیں ذلیل کرنے والے اور قوم کے ہر سخی کو ناراض کرنے والے!۔
(۳۵) انھوں نے اپنے کارناموں کی عمارتیں تعمیر کیں، اور تو نے اپنے کارناموں کی ایسی تعمیر کی کہ ان کے کارنامے تیرے کارناموں کے سامنے عیب معلوم ہونے لگے۔
(۳۶) اے حاسدین کے پائیدار غیظ مجسم! اس میں شک نہیں کہ ہم تیرے ہاتھوں سے حیرت انگیز چیزوں کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔
(۳۷) ہم ایسے تجربہ کار کی تدبیر کا مشاہدہ کرتے ہیں جو کل کے بارے میں آج ہی سوچتا ہے، اور ایسے ناتجربہ کار کا حملہ دیکھتے ہیں جو انجام کا اندیشہ نہیں رکھتا۔ (یعنی میرا ممدوح دو متضاد اوصاف کا جامع ہے، اس کے ملک کے حسنِ انتظام کو دیکھئے تو اعلیٰ درجہ کا مدبر اور عاقبت اندیش معلوم ہوتا ہے اور میدانِ جنگ میں دشمن کی فوج پر اس کے اندھادھند حملہ کو دیکھئے تو وہ بالکل ناتجربہ کار اور ناعاقبت اندیش لگتا ہے۔)
(۳۸) اور مال کی ایسی بخشش دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی مانگنے والا نہیں ملتا تو وہ مال تو اس کی تلاش میں خرچ کر دیتا ہے۔
(۳۹) میری جانب سے اپنی مدح وثنا کا وہ تحفہ قبول فرما جو میرے بس میں ہے، اور تعریف کے حق کی ادائیگی مجھ پر لازم نہ کر۔
(۴۰) کیوں کہ میں تیرے کارناموں کو دیکھ کر ہکا بکا ہو گیا ہوں، جب کہ اس سے کم رتبہ وہ کارنامے ہیں جو نامۂ اعمال لکھنے والے محافظ فرشتے کو محوِ حیرت بنا دیتے ہیں۔

(۲۶) وقال يمدح بدر بن عمّار و هو على الشراب الخ : (ص ۱۳۵)

(۱) بدر بن عمار تو بس موسلا دھار برسنے والا بادل ہے جس میں جزا بھی ہے اور سزا بھی۔
(۲) بدر تو بس موتوں، عطیوں، مصیبتوں اور نیزہ بازی و شمشیر زنی ہی کا (دوسرا) نام ہے۔
(۳) وہ جب بھی اپنی آنکھوں کو گردش دیتا ہے تو (دوستوں کے) ہاتھ اس کی جدوجہد کی مدح سرائی کرتے ہیں، اور (دشمنوں کی) گردنیں اس کی مذمت کرتی ہیں۔
(۴) اسے اپنے دشمنوں کو قتل کرنے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن وہ اس امید کے خلاف کرنے سے بچنا چاہتا ہے جو بھیڑیوں نے اس سے باندھ رکھی ہے۔
(۵) تو ممدوح میں ایسے شخص کی سی ہیبت ہے جس سے کوئی آس نہیں لگائی جاتی، اور اس شخص کی سی عطا و بخشش ہے جس سے ڈرا نہیں جاتا۔
(۶) وہ ماہر شہ سواروں کی آنکھوں کی پتلیوں میں اس وقت اندھادھند نیزہ بازی کرنے والا ہے جب کہ جنگ کا غبار سورج کے لیے نقاب بن گیا ہو۔
(۷) وہ نفس کو اس ہولناک کام پر آمادہ کرنے والا ہے جس میں پڑنے والے کسی نفس کو واپسی نصیب نہیں ہوتی۔
(۸) میرے باپ تیری خوشبو پر فدا ہوں، ہماری اس نرگس پر نہیں، اور تیری باتوں پر قربان ہوں، اس شراب پر نہیں۔
(۹) اگر تو سبقت میں امتیاز حاصل کرلے تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں، عربی گھوڑوں کو سبقت کرنے سے نہیں روکا جا سکتا۔

(۲۷) و جلس بدر يلعب بالشطرنج و قد كثر المطر الخ : (ص ۱۳۷)

(۱) اے مرکزِ امید بادشاہ! کیا بادل کے جو عجائب میں نے دیکھے ہیں تو نے نہیں دیکھے؟
(۲) زمین بادل سے اس کی عدم موجودگی کا شکوہ کرتی ہے، اور اس کے پانی کو ایسے چوستی ہے جیسے (ایک عاشق اپنے معشوق کے) لُعابِ دہن کو چوستا ہے۔
(۳) میں (اپنے طرزِ عمل سے دیکھنے والوں کو) اس خیال میں ڈالتا ہوں کہ میری توجہ شطرنج کی طرف ہے حالاں کہ میری ساری توجہ تیری طرف ہے، اور تیرے (دیدار) کے لیے ہی میں کھڑا ہوں۔

(۴) اب میں جا رہا ہوں، میری طرف سے تجھے سلام، رات بھر میری غیر حاضری رہے گی، اور کل واپسی ہوگی۔

(۲۸) و قال في لُعبة كانت ترقص بحركات و شرب البدر الخ : (ص ۱۳۷)

(۱) اے عظمتوں والے اور علم و ادب کی کان! ہمارے سردار اور سردارِ عرب کے فرزند!۔
(۲) تو لوگوں کو عاجز کرنے والے ہر سوال (کے جواب) سے واقف ہے، اور اگر میں تیرے سوا کسی اور سے یہ سوال کرتا تو وہ جواب نہ دے پاتا۔
(۳) کیا یہ (کٹھ پتلی) تیرے سامنے رقص کرتے ہوئے آئی ہے، یا تکان کی وجہ سے اس نے اپنا پیر اٹھا دیا ہے؟۔

(۲۹) و قال يمدح علي بن مكرم التميمي الخ : (ص ۱۳۷)

(۱) مختلف قسم کے لوگ مختلف قسم کی چیزوں کے عاشق ہیں، مگر ان میں سب سے معذور وہ شخص ہے جس کا محبوب سب سے بہتر ہو۔
(۲) میری تسکین کا سامان دشمنوں کے قتل کے سوا کوئی اور چیز نہیں۔ تو کیا (میرے اِس محبوب سے میری) کوئی ایسی ملاقات ہوگی جو دلوں کو آرام بخشے؟
(۳) جس کے باعث پرندے اس طرح کی بات میں مصروف ہو جائیں جو گدھ وغیرہ مُردار خور پرندوں اور کوّوں کی آوازوں کو دبا دے۔
(۴) ان پرندوں نے اپنے اوپر مقتولوں کے خون کا ایسا ماتمی لباس پہن لیا ہو جس کے انھوں نے گریبان چاک نہ کیے ہوں، (کیوں کہ خونِ قتیلاں میں غوطہ لگانے کے باعث ان کے پورے جسم پر خون ایک لباس کی طرح بن گیا ہے اور اس میں چاکِ گریباں جیسا شگاف کہیں نہیں)
(۵) ہم ان کے قتل کرنے کے ساتھ ہی ان پر ایسی نیزہ بازی کرتے رہیں کہ اپنے نیزوں کے پور ان کی ہڈیوں میں پیوست کر دیں۔
(۶) ایسا لگتا ہے کہ پہلے ہی سے ہمارے گھوڑوں کو ان کی کھوپڑیوں میں دودھ پلایا جاتا تھا۔ (اس لیے وہ ان کھوپڑیوں سے پوری طرح مانوس ہو چکے ہیں۔ عربوں کا دستور تھا کہ وہ اپنے عمدہ گھوڑوں کو دودھ پلایا کرتے تھے۔)
(۷) تو وہ ان سے بد کے بغیر ان کی کھوپڑیوں اور سینوں کی ہڈیوں کو روندتے ہوئے ہمیں لے کر ان کے اوپر سے گزر گئے۔
(۸) ان گھوڑوں کو جب کہ ان کے جسم کے اگلے حصے خون سے رنگین ہو چکے ہیں ایک ایسا جوان آگے بڑھا رہا ہے جس کو لڑائیاں دوسری لڑائیوں میں پھینکتی رہتی ہیں۔
(۹) وہ جوان نہایت خود پسند اور متکبر ہے، جب وہ چیتے کی مانند غضب ناک ہو جاتا ہے تو اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ وہ قتل کرے گا یا خود ہی قتل کر دیا جائے گا۔
(۱۰) اے میرے عزمِ مصمم! یہ رات (کتنی) دراز ہوگئی، تو ذرا دیکھ کہ کیا صبح تیرے ہی سبب واپسی سے خائف ہے؟۔
(۱۱) گویا کہ صبح ایک محبوب ہے جسے ملاقات کے لیے بلایا گیا ہے (اور رات کی تاریکی رقیب ہے تو) وہ اس رقیب۔ ظلمت شب۔ کے جانے کا انتظار کر رہی ہے۔
(۱۲) ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ستارے رات کے جسم کا زیور (بن کر اس پر ٹکے ہوئے) ہیں اور اس کے پیروں میں زمین کی جوتیاں پہنا دی گئی ہیں۔ (تو وہ جوتیوں کے بار کی وجہ سے چل پھر نہیں پا رہی ہے۔)
(۱۳) لگتا ہے کہ فضائے بسیط نے بھی وہی مصائب و آلام جھیلے ہیں جو میں نے جھیلے ہیں، تو فضا میں رات کی سیاہی کسی لاغر انسان کے چہرے کا بدلا ہوا رنگ ہوگئی ہے۔
(۱۴) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میری شب بیداری رات کے اندھیرے کو کھینچ رہی ہے تو یہ اندھیرا شب بیداری کے ختم ہوئے بغیر ختم نہ ہوگا۔

(۱۵) اس رات میں اپنی پلکوں کو برابر گردش دے رہا ہوں گویا اس کے ذریعہ زمانے کے گناہوں کو شمار کر رہا ہوں۔

(۱۶) اور کوئی رات اس دن سے لمبی نہیں ہے جو میرے حاسدوں کو دیکھنے سے ملا ہوا ہو۔(یعنی یہ رات اپنی تمام تر درازی کے باوجود میرے لیے اس دن سے دراز نہیں ہے جس میں میں اپنے دشمنوں کو زندہ دیکھوں۔)

(۱۷) اور کوئی موت (میرے نزدیک) اس زندگی سے زیادہ ناپسندیدہ نہیں جس میں اپنے ساتھ میں ان کا بھی حصہ دیکھوں۔(یعنی زندگی میں انھیں اپنے ساتھ شریک دیکھنا مجھے کسی طرح گوارا نہیں، یا وہ زندہ رہیں یا میں۔)

(۱۸) میں گردشِ زمانہ کی مصیبتوں سے اس حد تک واقف ہو چکا ہوں کہ اگر وہ نسب والی ہوتیں تو میں ان کے نسب کا ماہر ہوتا۔

(۱۹) اور جب (ہمارے پاس) اونٹوں کی قلت ہوگئی تو ابن ابی سلیمان تک پہنچنے میں ہم نے حوادث ہی کو سواری بنالیا۔

(۲۰) یہ ایسی سواریاں ہیں جو اپنے سوار کے قابو میں نہیں آتیں، اور نہ ہی کوئی شخص ان پر سواری کرنا چاہتا ہے۔

(۲۱) یہ زمین کی گھاس کی بجائے ہمارے جسموں میں چرتی ہیں، اسی لیے میں ان سے قحط زدہ ہو کر ہی علاحدہ ہوا ہوں۔

(۲۲) ایسے با اخلاق شخص کے پاس آئے جس کے اخلاق نے میرے دل کو اپنا گرویدہ بنالیا ہے اگر وہ (اور اس کا رعب و وقار) نہ ہوتا تو میں اس کے بارے میں تشبیب کہتا۔(تشبیب، غزل اور عشقیہ اشعار کو کہا جاتا ہے۔)

(۲۳) ہر شخص اس کے اخلاق کی محبت میں مجھ سے کشمکش رکھتا ہے اگرچہ اس کے اخلاق پالتو ہرن کے بچہ کے مشابہ نہیں۔

(۲۴) ممدوح عجوبۂ روزگار ہے اور آلِ سیّار سے جو عجیب شخص وجود میں آئے وہ عجیب نہیں۔

(۲۵) وہ جوانی میں کہن سال اور بزرگ ہے، اور ہر وہ شخص جو بڑھاپے کو پہنچ جائے اسے بزرگ نہیں کہا جاتا۔(یعنی بزرگی بعقل است نہ بسال۔)

(۲۶) وہ اتنا سخت ہے کہ شیر اس کی طاقت سے گھبراتے ہیں، اور اتنا نرم ہے کہ ہمیں ڈر لگتا ہے کہ وہ پگھل نہ جائے۔

(۲۷) وہ گرفت میں آندھی سے بھی زیادہ سخت ہے اور جود و عطا میں اس سے بھی تیز رفتار ہے۔

(۲۸) لوگوں نے کہا جن کو ہم نے دیکھا ہے یہ ان میں سب سے بڑا تیر انداز ہے، میں نے کہا تم لوگوں نے تو صرف اس کا قریب کا نشانہ دیکھا ہے۔(اگر دور کا نشانہ دیکھو گے تو اس سے کہیں زیادہ تعجب کرو گے۔)

(۲۹) اور کیا تیروں کے نشانوں میں اس سے چوک ہو سکتی ہے جب کہ غیب کی باتوں کا اندازہ لگانے میں اس سے چوک نہیں ہوتی؟۔

(۳۰) اور جب اس کے ترکش کو الٹ کر تیروں کو باہر کیا جاتا ہے تو ہم اس کے تیروں پر پیکان کے نشانات صاف دیکھتے ہیں۔

(۳۱) وہ کچھ تیروں کو دوسرے تیروں کے سُوفار پر سیدھے مارتا ہے، تو اگر وہ ٹوٹ نہ جاتے تو وہ سب مل کر ایک شاخ بن جاتے۔

(۳۲) (وہ) ہر سیدھے تیر سے (نشانہ لگاتا ہے) جو اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتا، یہاں تک کہ ہم اس تیر کو صاحبِ عقل سمجھتے ہیں۔

(۳۳) اس کی کمان کشی، کمان سے لے کر نشانہ تک تجھے آگ کا بھڑکتا ہوا شعلہ دکھلائے گی۔

(۳۴) کیا تو ان لوگوں کا فرزند نہیں جو سعادت مند اور سردار ہوئے، اور انھوں نے صرف شریف اولاد ہی پیدا کی۔

(۳۵) اور انھوں نے جس چیز کی بھی خواہش کی اپنی دور اندیشی کے ذریعہ اسے آسانی کے ساتھ پالیا، اور ان کی چیونٹی نے رینگ کر جنگلی جانور کا شکار کرلیا۔(یعنی انھوں نے ادنیٰ سی کوشش سے بڑے سے بڑا مقصد حاصل کرلیا۔)

(۳۶) باغات کی خوشبو اُن کی اپنی (خوشبو) نہیں ہے، البتہ مٹی میں ان لوگوں کے دفن نے ان (باغات) کو خوشبو کا لباس پہنا دیا ہے۔

(۳۷) اے وہ شخص جس میں عظمت و شرافت کی روح لوٹ آئی ہے، اور مجد و شرف کا پرانا زمانہ جس کی بدولت نیا ہوگیا ہے۔(یعنی عظمت و شرافت اور عزت و بزرگی مرگئی تھی، تیرے سبب زندہ ہوگئی، اور مجد و شرف کا زمانہ پھر تازہ و توانا ہوگیا۔)

(۳۸) تمہارے وکیل نے میری تعریف کرتے ہوئے میرا قصد کیا، اور مجھے عجیب وغریب اشعار سنائے۔
(۳۹) تو اللہ تعالیٰ تجھے اس پر جزائے خیر عطا فرمائے کہ تو نے ایک مریض کو مسیح کے پاس طبیب بنا کر بھیجا ہے۔
(۴۰) میں تیری جانب سے آنے والے تحفوں سے انکار نہیں کرتا، مگر (اِس بار) ان میں تو نے ایک ادیب کا اضافہ کر دیا ہے۔
(۴۱) تو تیرا ملک ہمیشہ (تیرے نور سے) روشن رہے، اور اے سورج! تو کبھی غروب ہونے کے قریب بھی نہ ہو۔
(۴۲) تاکہ میں تیرے بارے میں مصائب وحوادث سے بے خوف ہو جاؤں جس طرح میں تیرے اندر عیوب ونقائص آنے سے مطمئن ہوں۔

(۳۰) و قال يصف مجلسين لأبي محمد بن عبد الله بن طُغج الخ: (ص:۱۴۳)

(۱) دونوں نشست گاہیں باہم فرق وامتیاز کے باوجود آمنے سامنے ہیں، لیکن دونوں میں حسنِ ادب ہے۔
(۲) جب تو اِس پر چڑھ کر بیٹھتا ہے تو وہ دوسری مارے دہشت کے جھک جاتی ہے، (کہ کسی قصور کی بنا پر ہی امیر نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔) اور جب تو اُس پر چڑھ کر بیٹھتا ہے تو یہ مارے ڈر کے سرنگوں ہو جاتی ہے۔
(۳) تو جس چیز میں کسی کام سے روکنے والا شعور واحساس نہیں وہ کس لیے تجھ سے ڈرتی ہے؟ میں تو ان دونوں میں عجیب وغریب حالت دیکھ رہا ہوں۔

(۳۱) و قال بديها لما استقلّ في القبّة و نظر إلى السحاب: (ص:۱۴۳)

(۱) جب ہم لوٹ رہے تھے ہمارے سامنے بادل آ گیا، تو میں نے اس سے کہا مجھ سے دور رہ، کہ میرے ساتھ بادل ہے۔ (یعنی ابرِ جود وکرم، مراد ممدوح ہے۔)
(۲) تو خیمے میں مرکزِ امید بادشاہ کو دیکھ لے (تاکہ تجھے میری بات کی تصدیق ہو جائے) تو بادل برسنے کے پختہ ارادہ کے باوجود رُک گیا۔ (تاکہ ممدوح کے آگے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔)

(۳۲) و أشار إليه طاهر العلوي بمسک و أبو محمد حاضر فقال: (ص:۱۴۴)

(۱) اس خوشبو سے میں بے نیاز ہو چکا ہوں، میرے لیے تو بس امیر کے قرب کی خوشبو ہی کافی ہے۔
(۲) امیر کے ذریعہ ہمارا پروردگار مراتبِ عالیہ کی تعمیر فرماتا ہے، جس طرح تم لوگوں (یعنی ساداتِ کرام) کے وسیلہ سے گناہوں کو بخشتا ہے

(۳۳) و نظر إلى عين باز و هو بمجلس أبي محمد فقال: (ص:۱۴۴)

(۱) اللہ رے! یہ آنکھ کتنی حسین ہے۔ اور اگر اس میں ملاحت نہ ہوتی تو میں محوِ حیرت نہ ہوتا۔
(۲) وہ زرد رنگ کی ہے جس کی زردی میں مَکّوے جیسی (سیاہ) پُتلی ہے۔
(۳) جب باز اپنے پہلو پر نظر ڈالتا ہے تو یہ آنکھ اسے لباسِ نور پہنا دیتی ہے۔ (یعنی اس کے پہلو پر آنکھوں کی تیز شعاعیں پڑنے لگتی ہیں۔)

(۳۴) و قال يمدح أبا القاسم طاهر بن الحسين بن طاهر العلوي: (ص:۱۴۴)

(۱) میری صبح مجھے لوٹا دو کہ وہ اٹھتے جوبن والیوں (نوخیز حسینوں) کے پاس ہے، اور میری نیند مجھے واپس کر دو کہ وہ محبوبوں کا دیدار ہے۔ (یعنی اِن نوخیز حسیناؤں کی جدائی کے غم میں میری رات اتنی دراز ہو گئی ہے کہ صبح ہونے کا نام نہیں لیتی، اور ان کے دیدار کے بغیر مجھے نیند نہیں آتی۔ اس لیے ان سے جب تک ملاقات نہ ہوگی میری شب دراز ختم ہو کر صبح نہ آئے گی، اور جب تک ان کا دیدار نہ ہوگا، مجھے نیند نہ آئے گی۔)

(۲) کیوں کہ میرا دن اس آنکھ کے لیے شبِ دیجور بن چکا ہے جو تمہاری جدائی کے غم سے تاریکیوں میں ہے۔(یعنی تمہاری جدائی کے غم میں میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا ہے۔اس لیے تاریک رات کی طرح دن میں بھی مجھے کچھ نظر نہیں آتا۔)

(۳) دونوں پلکوں کے درمیان دائمی دوری ہے جیسے تم لوگوں نے اوپری پلک کو ابرو سے باندھ دیا ہے۔

(۴) اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں نے تمہاری جدائی کی خواہش کی ہوتی تو میں اُس (جدائی) سے دور رہتا،اور زمانہ بدترین ساتھی ہے،(کیوں کہ ہر کام میری خواہش اور مرضی کے خلاف کرتا ہے۔)

(۵) تو اے کاش! میرے اور محبوبوں کے درمیان جو دوری ہے وہ اس قُرب میں تبدیل ہو جائے جو میرے اور مصیبتوں کے درمیان ہے۔

(٦) میں سمجھتا ہوں کہ تو نے (اپنے) ہار کے دھاگے کو میرا جسم سمجھ لیا ہے،اس لیے موتی کے ذریعہ اسے اپنے سینے سے لگنے سے باز رکھا ہے۔(یعنی میں غمِ فراق میں دُبلا ہو کر دھاگے کی مانند ہو گیا ہوں،اور تجھے مجھ سے اتنی نفرت ہے کہ میرے ہم شکل سے بھی ملنا گوارا نہیں۔)

(۷) اگر مجھے کسی قلم کے سرے کے شگاف میں ڈال دیا جائے تو بیماری اور لاغری کی وجہ سے میں لکھنے والے کی تحریر میں کوئی تبدیلی نہ کرسکوں۔

(۸) وہ مجھے اِس (ہلاکت) سے ڈراتی ہے جو اُس (خانہ نشینی) سے کم تر ہے جس کا اُس نے حکم دے رکھا ہے،اور یہ نہیں جانتی کہ ننگ و عار سب سے بُرا انجام ہوتا ہے۔

(۹) اور میرے لیے ایک مشہور اور ممتاز دن کا ہونا ضروری ہے جس کے بعد نوحہ کرنے والی عورتوں کا نوحہ مجھے دیر تک سننے کو ملے۔

(۱۰) مجھ جیسا انسان جب کسی ضرورت (کی تکمیل) کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کی راہ میں نیزوں اور تلواروں سے سابقہ پڑنے کو ایک حقیر اور معمولی بات سمجھتا ہے۔

(۱۱) انسان کی زیادہ زندگی اس کی کم زندگی ہی کی طرح فانی ہے اور اس کی باقی ماندہ عمر بھی گزری ہوئی عمر کی طرح ختم ہونے والی ہے۔(تو بزدلی سے کیا فائدہ؟)

(۱۲) تو مجھ سے دور ہو جا،کیوں کہ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو زہریلے ناگوں کے ڈسنے کے ڈر سے بچھوؤں پر سو جاتے ہیں۔(یعنی میں ایسا انسان نہیں ہوں جو موت کے ڈر سے ننگ و عار کا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔)

(۱۳) دوغلوں کی دھمکی مجھ تک پہنچی اور یہ کہ انھوں نے مقامِ 'کفر عاقب' میں میرے (قتل) کے لیے حبشیوں کو تیار کر رکھا ہے۔

(۱۴) تو اگر وہ اپنے نسب کے بارے میں سچے ہوتے تو میں ضرور ان سے ڈرتا اور بچتا،تو کیا صرف میرے ہی بارے میں ان کی بات سچی ہوگی؟(یعنی وہ اپنے نسب اور مجھے دھمکی دینے دونوں میں جھوٹے ہیں۔)

(۱۵) میری زندگی کی قسم! ہر عجوبہ میرا ہی قصد کرتا ہے جیسے کہ میں عجائب کی نگاہ میں خود عجیب ہوں۔

(۱٦) تو کون سا شہر ہے جہاں میں نے اپنے جوتے کا تسمہ نہیں گھسیٹا؟ اور کون سی جگہ ہے جس کو میری سواریوں نے اپنے پیروں سے نہیں روندا؟(یعنی میں نے خوب سفر کیے ہیں،کہیں پیدل اور کہیں سواری سے۔)

(۱۷) ایسا لگتا ہے کہ میرا اسفر طاہر کے ہاتھ سے تھا جس نے میرے کجاوے اپنی بخششوں کی پشتوں پر مضبوطی سے جما دیے تھے۔

(۱۸) تو کوئی مخلوق نہیں بچی جس کے صحن میں ممدوح کی عطائیں اور بخششیں نہ اُتری ہوں جیسے لوگ پنگھٹ پر اترتے ہیں،حالاں کہ وہ بخششیں مخلوق کے لیے پنگھٹ ہیں۔(مگر بجائے اس کے کہ خلقت خود ان کے پاس آئے وہی ہر ایک کے گھر پہنچ گئیں)

(۱۹) وہ ایسا نوجوان ہے جس کی طبیعت اور آباواجداد نے اسے نیزوں سے وار کرنا اور مرغوب چیزوں کو خرچ کرنا سکھایا ہے۔ (یعنی اس کے اندر بہادری اور فیاضی کے اوصاف فطری بھی ہیں اور موروثی بھی۔)

(۲۰) تو اس نے (وطن میں) حاضر رہنے والوں کو اُن کے وطن سے غائب کر دیا، (کہ وہ اس کی عطاو بخشش کا شہرہ سن کر اپنے وطن چھوڑ کر ممدوح کے درِ دولت پر آگئے۔) اور (عطیات دے کر) ہر وطن سے غائب شخص کو اس کے وطن لوٹا دیا۔

(۲۱) بنی فاطمہ کا حال ایسا ہی ہے کہ ان کے ہاتھوں سے بخشش کا مٹنا انگلیوں کے پوروں کی لکیریں مٹنے سے زیادہ مشکل ہے۔

(۲۲) یہ ایسے لوگ ہیں کہ دشمنوں سے جب ان کی مڈبھیڑ ہوتی ہے تو لگتا ہے کہ جن دشمنوں سے ان کی مڈبھیڑ ہوئی ان کے ہتھیار قد آور گھوڑوں کی دھول ہیں۔

(۲۳) انھوں نے گھوڑوں کی پیشانیوں سے (دشمنوں کی) کمانوں پر نشانہ لگایا تو وہ گھوڑے اس طرح کمانوں کے پاس آئے کہ ان کے جسموں کے اگلے حصے خون آلود، اور ان کے پہلو صحیح و سالم تھے۔

(۲۴) وہ لوگ (موت کے بعد) دوبارہ دی جانے والی زندگی سے زیادہ شیریں ہیں، اور جوانی کے زمانوں سے زیادہ ان کا ذکر ہوتا ہے۔

(۲۵) اے حضرت علی کے فرزند! تونے عمل کی ایسی شمشیروں سے حضرت علی کی مدد کی جن کی دھاروں میں ذرا بھی دندانے نہیں۔

(۲۶) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے روشن معجزہ یہ ہے کہ وہ تیرے باپ (جدّ کریم) ہیں، اور یہ تمہارے مناقب و محاسن میں بھی سب سے نفع بخش ہے۔

(۲۷) جب کسی عالی نسب کی طبیعت (شرافت میں) اپنی اصل کی طرح نہ ہو تو شریف اصول اور خاندانی شرف۔ اس کے کس کام آسکتے ہیں؟

(۲۸) دور کی قوم کی مشابہت رکھنے والے قریب نہیں ہوتے اور قریب قوم کی مشابہت رکھنے والے دور نہیں ہوتے۔ (یعنی عمل و کردار کی موافقت ہی لائق اعتبار ہے، نسب و خاندان کی موافقت نہیں۔)

(۲۹) جب کوئی علوی (عمل و کردار میں) طاہر کی طرح نہ ہو تو وہ نواصب (دشمنانِ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ) (کے نظریہ) کی موافقت میں ایک حجت اور دلیل ہی ہوگا۔

(۳۰) لوگ مخلوق میں ستاروں کی تاثیر کے قائل ہیں، پھر کیا بات ہے کہ اس کی تاثیر ستاروں میں ہے۔

(۳۱) وہ دنیا کے دوش پر چڑھ گیا جو اسے ہر مقصد کی طرف ایسے ہی لے جاتی ہے جیسے سدھایا ہوا جانور اپنے سوار کو لے جاتا ہے۔

(۳۲) اسے حق ہے کہ وہ بیٹھے بیٹھے ہی لوگوں سے آگے نکل جائے، اور بلا طلب اس چیز کو پالے جس کو (بعدِ طلب بھی) دوسرے لوگ حاصل نہیں کر سکے۔

(۳۳) اور (وہ اس لائق ہے کہ) بادشاہوں کی ناکیں اس کا جوتا بنادی جائیں، تو وہ اس کے قدموں کی برکت سے نہایت بلند رتبہ ہو جائیں گی۔

(۳۴) مجھے اور ممدوح کو یکجا کرنا زمانہ کا مجھ پر بڑا احسان ہے، کیوں کہ ممدوح نے مجھ میں اور مصائب میں جدائی ڈال دی ہے۔

(۳۵) وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے وصی (حضرت علی) کا فرزند ہے اور ان دونوں کے مشابہ ہے، میں نے بڑے تجربات کے بعد اس کو مشابہ کہا ہے۔

(۳۶) وہ یہ سمجھتا ہے کہ جو (سزا) تلوار سے وار کرنے والے کے لیے تمہاری جانب سے ظہور میں آئی وہ اس (سزا) سے زیادہ قاتل نہیں جو عیب چینی کرنے والے کے لیے تمہاری طرف سے ظاہر ہوئی۔

(۳۷) سن اے وہ مال جس کو اس نے (عطاو بخشش کے ذریعہ) ہلاک کر دیا، صبر کر، کیوں کہ اس کا یہی طرزِ عمل (دشمنوں کی) فوجوں کے ساتھ بھی ہے۔

(۳۸) شاید تو نے کسی وقت اس کے دل کو عطاو بخشش سے غافل کردیا ہو، یا جنگ جو (دشمن) کے لشکر کو بڑھادیا ہو (اس لیے تو سزاے ہلاکت کا حقدار ہوا)

(۳۹) میں ممدوح کے پاس اپنی زبان کا ایسا باغ لایا ہوں جس کو میری عقل نے اسی طرح سینچا ہے جیسے بادل (حقیقی) باغات کو سیراب کرتے ہیں۔ (یہاں ''زبان کے باغ'' سے مراد قصیدہ ہے۔)

(۴۰) تو اے لُوی بن غالب کے شریف ترین گھرانے کے بہترین باپ کے بہترین فرزند! تجھے اس گلشن کے ذریعہ تحیت پیش ہے۔

(۳۵) و قال یمدح کافورا الخ :(ص:۱۵۱)

(۱) عربی عورتوں کے بھیس میں ہرنی کے یہ بچے کون ہیں جن کے زیورات، سواریاں اور چادریں سب سرخ ہیں؟۔

(۲) اگر تو ان کی شناختوں میں شک کرنے کی وجہ سے پوچھتا ہے تو (بتا کہ) تجھے شب بیداری اور اذیت میں کس نے مبتلا کیا ہے؟

(۳) اپنی جدائی کے بعد مجھے وہ نیل گائیں لاغری کا بدلہ نہ دیں جو میرے اشک رواں کا اشک رواں سے بدلہ دیتی ہیں۔ (یعنی خدا کرے میری طرح آنسو بہانے کے ساتھ وہ میری طرح لاغر اور دبلی نہ ہوجائیں۔)

(۴) یہ ایسی سفر کرنے والیاں ہیں کہ (ان سے تعرض کرنے والے نیزوں یا تلواروں سے ہلاک کردیے جاتے ہیں اور) ان کے محمل نیزہ زدہ شمشیر زدہ لاشوں کے درمیان بحفاظت گزر جاتے ہیں۔

(۵) اور بسا اوقات ان کی سواریاں ان محملوں کو لے کر شہ سواروں کے بہے ہوئے خون پر تیز رفتاری کے ساتھ دوڑتی چلی جاتی ہیں۔

(۶) بادیہ نشینوں کے اندر ان کے سوتے وقت (محبوبہ سے) تیری کتنی خفیہ ملاقاتیں (بھیڑوں کے اندر) بھیڑیے کے آنے سے زیادہ پُر فریب رہی ہیں۔

(۷) میں ان کے پاس جاتا تو رات کی تاریکی میری سفارش اور مدد کرتی تھی اور جب میں واپس آتا تو صبح کا اجالا (محافظوں کو) میرے خلاف اُکساتا تھا۔

(۸) یہ بادیہ نشیں چراگاہوں میں رہائش اختیار کرنے میں تو جنگلی جانوروں کے موافق ہیں اور خیمے اکھاڑنے اور گاڑنے میں ان کے برخلاف ہیں۔

(۹) وہ ان جانوروں کے پڑوسی ہیں، مگر ان کا پڑوس ان وحشی جانوروں کے لیے بُرا پڑوس ہے، اور وہ ان کے ساتھی ہیں، اور برے ساتھی ہیں (کہ انھیں شکار کر کے کھا جاتے ہیں۔)

(۱۰) ہر عاشق کا دل اور ہر لٹے پٹے مال چھنے ہوئے شخص کا مال ان کے گھر میں ہے۔ (یعنی یہ خوبصورتی اور بہادری کے جامع ہیں، ان کی عورتیں لوگوں کے دل لوٹتی ہیں اور مرد دشمنوں کے مال۔)

(۱۱) شہری خواتین کے چہرے جو شہروں میں حسین سمجھے جاتے ہیں، گداز بدن دراز قامت صحرا نشیں عورتوں کے چہروں کی طرح نہیں۔

(۱۲) شہری حسن آرائش و زیبائش سے لایا جاتا ہے، اور بدوی حسن غیر مصنوعی ہے۔ (ایک شاعر کہتا ہے

تکلف سے بَری ہے حسنِ ذاتی قبائے گل میں گل بوٹے کہاں ہیں)

(۱۳) بکریوں کو حسن و پاکیزگی میں سفید ہرنیوں سے کیا نسبت ہے جب کہ وہ (ایک ادا کے ساتھ) گردن اٹھا کر دیکھ رہی ہوں یا نہ دیکھ رہی ہوں۔

(۱۴) میں ان جنگلی ہرنیوں پر قربان جو چبا چبا کر (تکلف سے) بات کرنا اور بھووں کو رنگنا نہیں جانتی ہیں۔ (یعنی ان کی گفتگو اور حسن کسی چیز میں تصنع نہیں۔)

(۱۵) اور نہ وہ حمام سے اس طرح باہر نکلتی ہیں کہ ان کے سرین اُبھرے ہوئے اور ایڑیاں صیقل کی ہوئی ہوں۔

(۱۶) اور ہر اس عورت سے محبت کرنے کی وجہ سے جو حسن میں ملمع سازی نہیں کرتی میں نے اپنے بڑھاپے کے رنگ کو بغیر خضاب کے چھوڑ دیا ہے۔

(۱۷) اور اپنی گفتگو میں راست بازی کو محبوب رکھنے اور اس کا خوگر ہونے ہی کی بنا پر مجھے چہرے میں جھوٹے بالوں سے نفرت ہے (یعنی ان پر سیاہ خضاب نہیں لگاتا۔)

(۱۸) کاش! حوادثِ زمانہ مجھ سے وہ (جوانی) بیچ دیتے جوانھوں نے مجھ سے لی ہے اس عقل اور تجربہ کے بدلے جوانھوں نے مجھے دیا ہے۔

(۱۹) کیوں کہ نوعمری عقل کے لیے رکاوٹ نہیں، جوانوں میں بھی عقل پائی جاتی ہے اور بوڑھوں میں بھی۔

(۲۰-۲۱) بادشاہ کافور ادھیڑ ہونے سے پہلے ہی ادھیڑ ہوکر، ادب دیے جانے سے پہلے ہی ادیب ہوکر، (طبعی) فہم وفراست کی وجہ سے تجربہ (کی عمر) سے پہلے ہی تجربہ کار ہوکر، (فطری) شرافت کی وجہ سے تہذیب سے پہلے ہی مہذب ہوکر پروان چڑھا۔

(۲۲) یہاں تک کہ وہ دنیا کی آخری حد کو پہنچ گیا جب کہ اس کا عزم وارادہ ابھی ابتدا اور آغازِ کار ہی میں ہے۔ (ہر شخص جانتا ہے کہ بادشاہی دنیوی منصبوں کی آخری حد ہے۔)

(۲۳) وہ مصر سے عدن تک، وہاں سے عراق پھر سرزمین روم اور نوبہ تک سلطنت کا نظام چلاتا ہے۔

(۲۴) جب کسی شہر سے بے رخ ہوائیں وہاں آتی ہیں تو وہاں آکر سلیقہ اور ترتیب ہی سے چلتی ہیں۔ (یعنی اس کے رعب ودبدبہ اور ہیبت وجلال کا سکہ انسان تو انسان ہوا پر بھی بیٹھا ہوا ہے۔)

(۲۵) سورج جب نکلتا ہے تو اس کی جانب سے ڈوبنے کی اجازت کے بغیر ان شہروں سے آگے نہیں بڑھتا۔

(۲۶) اس کی انگوٹھی کی مٹی ان شہروں میں اس کا فرمان چلاتی ہے اگر چہ فرمان کی ساری تحریر مٹ چکی ہو۔

(۲۷) اس انگوٹھی کا رکھنے والا ہر لمبے نیزے والے (شہ سوار) کو ہر قد آور اور برق رفتار گھوڑے کی زین سے نیچے اتار لیتا ہے۔ (یعنی ہر قد آور بہادر جوان اس کی مہر کو دیکھتے ہی گھوڑے سے نیچے اتر آتا ہے اور تعظیم بجالاتا ہے۔)

(۲۸) ایسا محسوس ہوتا ہے کہ (لطف ولذت کے اعتبار سے) ہر سوال اس کے کانوں پر ایسے ہی ہے جیسے حضرت یعقوب کی آنکھوں پر حضرت یوسف کا کرتا۔

(۲۹) جب اس کے دشمن اس پر کسی سوال کے ذریعہ چڑھائی کریں تو یہ ایک ایسے لشکر کے ذریعہ چڑھائی ہے جو مغلوب اور ناکام ہونے والا نہیں۔ (اس لیے کہ وہ سوال کو رد نہیں کرتا۔)

(۳۰) یا جب اس سے برسرِ پیکار ہوتے ہیں تو اس نے جو ارادہ کر رکھا ہے نہ آگے بڑھ کر اس سے نجات پاتے ہیں اور نہ بھاگ کر اس سے بچ سکتے ہیں۔

(۳۱) ممدوح کی بہادری وجواں مردی نے اس کی فوج کی سب سے دور ٹکڑی کو موت کا شیدا بنا دیا ہے تو موت (اس کی افواج کے لیے) کوئی خوف ناک چیز نہیں رہ گئی ہے۔

(۳۲) لوگوں نے کہا تو نفع بخش بارش کو چھوڑ کر ممدوح کے پاس آیا ہے (یعنی تو نے عقل مندی کا کام نہیں کیا۔) میں نے ان سے کہا: میں اس کے ہاتھوں کی نفع بخش اور موسلا دھار بارشوں کی جانب آیا ہوں۔

(۳۳) اس شخص کے پاس (آیا ہوں) جس کا ہاتھ حکومتیں دیتا ہے اور دینے کے بعد احسان نہیں جتاتا۔

(۳۴) وہ عہد شکنی کا شکار ہونے والے شخص کے ذریعہ کسی کو نہیں ڈراتا۔ (یعنی کسی کے ساتھ عہد شکنی نہیں کرتا کہ دوسرے لوگ اس سے خوف زدہ ہوں۔) اور نہ کسی لٹے پٹے انسان کے ذریعہ کسی ایسے شخص کو خوف میں مبتلا کرتا ہے جس کا مال صحیح وسالم ہو۔

(۳۵) ہاں! جنگ کے سخت سیاہ غبار میں جب وہ ایک لشکر والے کو قتل کر کے زمین پر ڈال دیتا ہے تو اس سے وہ ویسے ہی دوسرے لشکر والے کو خوف زدہ کر دیتا ہے۔

(۳۶) میں جو مال جمع کرتا تھا اس میں سب سے زیادہ فائدہ مند گھوڑوں کی سرپٹ دوڑ اور ڈلکی چال کو پایا۔

(۳۷) جب ان گھوڑوں نے زمانہ کی گردشوں کو مجھ سے بے وفائی کرتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے اور ٹھوس پوروں والے نیزوں نے میرے ساتھ وفاداری کی۔

(۳۸) وہ ہلاکت خیز صحراؤں سے اس طرح آگے نکل گئے کہ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا: کہ ان کم بال والے لمبے ٹانگے گھوڑوں سے ہمیں کیا ملا؟۔ (یعنی وہ ان صحراؤں سے صحیح وسالم گزر گئے اور صحرا ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔)

(۳۹) وہ گھوڑے ارادہ کے پکے اور پختہ کار شخص کو لے کر دوڑ رہے ہیں جس کے سفر لباس اور کھانا پانی حاصل کرنے کے لیے نہیں ہوتے (بلکہ عظمت وشرافت کے حصول کے لیے ہوتے ہیں۔)

(۴۰) وہ تاروں کو اس شخص کی آنکھوں سے دیکھتا ہے جو انھیں حاصل کرنے کی کوشش میں اس طرح لگا ہوا ہو جیسے کہ وہ لٹے ہوئے شخص کی نگاہ میں لٹا ہوا مال ہیں (جن کو وہ دوبارہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔)

(۴۱) یہاں تک کہ میں اس نفس کے پاس پہنچا جو پردہ میں رہتا ہے (جیسا کہ بادشاہوں کی عادت ہے) مگر لوگوں سے ایسے جود وعطا سے ملتا ہے جو بے پردہ ہے۔

(۴۲) وہ (نفس) ایک ایسے تیز خاطر اور روشن عقل والے شخص کے جسم میں ہے جس کو تعجب خیز چیزوں کے ہنسانے کی طرح لوگوں کی خصلتیں اور عادتیں ہنساتی ہیں۔

(۴۳) تو سب سے پہلے ممدوح کا شکر ہے پھر ان گھوڑوں، نیزوں اور اپنی شب وروز کی تگ ودو کا۔

(۴۴) اور اے کافور! میں ان گھوڑوں کی احسان فراموشی کیسے کر سکتا ہوں جب کہ اے بہترین مطلوب! انھوں نے مجھے تیرے پاس تک پہنچایا ہے۔

(۴۵) اے وہ بادشاہ جو مشرق ومغرب میں اپنے نام کے سبب وصف بیان کرنے اور لقب بتانے سے بے نیاز ہے۔ (یعنی تیرا نام اتنا مشہور ہے کہ وصف ولقب کے بیان کی ضرورت نہیں، یہ اوپر والے شعر میں نام لے کر "یا کافور" کہنے کی توجیہ ہے۔)

(۴۶) تو (میرے نزدیک) محبوب ہے، مگر میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں ایسا محبت کرنے والا رہوں کہ جس سے محبت نہ کی جائے۔ (یعنی میں تجھ سے محبت کرتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ تو بھی مجھ سے محبت کرے، میں یک طرفہ محبت سے پناہ مانگتا ہوں۔)

(۳۶) و قال يمدحه في شوال الخ: (ص:۱۵۸)

(۱) تیرے بارے میں میں اور شوق ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتے ہیں، جب کہ شوق ہی غالب رہتا ہے، اور میں اس فراق پر محوِ حیرت ہوتا ہوں، جب کہ وصل اس سے کہیں زیادہ حیرت انگیز ہے۔

(۲) کیا زمانہ میرے بارے میں کبھی ایسی غلطی نہیں کرے گا کہ میں اسے کسی دشمن کو دور کرتے ہوئے اور کسی دوست کو قریب کرتے ہوئے دیکھوں؟۔

(۳) اللہ رے میرا سفر، اس شام کو میرا قیام کتنا مختصر تھا جب کہ میری مشرقی جانب مقامِ حَدَالیٰ اور غُرَّب پہاڑی تھی۔

(۴) جس شام کو میں نے اپنے سب سے زیادہ حال پوچھنے والے کو چھوڑ دیا تھا اور دونوں راستوں میں سے سیدھے راستے سے منھ موڑ لیا تھا۔

(۵) (اپنے آپ کو خطاب کر کے کہتا ہے) کہ رات کے اندھیرے کے تجھ پر کتنے احسانات ہیں جو بتاتے ہیں کہ فرقۂ مانویہ جھوٹ کہتا ہے۔

(۶) اس (اندھیرے) نے تجھے دشمنوں کی جانب سے ہونے والی ہلاکت سے بچایا جب کہ تو رات میں ان ہی کی طرف جا رہا تھا اور تاریکی ہی میں پردہ نشیں ناز و نخرہ والے محبوب کی تجھ سے ملاقات ہوئی۔

(۷) بعض دن (درازی میں) عاشقوں کی رات کی طرح تھے جن میں چھپ کر میں انتظار کرتا تھا کہ سورج کب غروب ہوگا؟۔

(۸) اور میری دونوں آنکھیں سفید پیشانی والے (سیاہ) گھوڑے کے دونوں کانوں پر لگی ہوئی تھیں جو ایسا لگتا تھا کہ رات کا ایک ٹکڑا ہے اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک ستارہ باقی رہ گیا ہے۔ (شاعر ایسا اس لیے کرتا تھا کہ گھوڑا اندھیرے میں موذی چیز کو دیکھ کر اور خطرات کو بھانپ کر کان کھڑے کر لیتا ہے اور سوار کو چوکنا کر دیتا ہے۔)

(۹) اس گھوڑے کی کھال میں جسم سے زائد ایک حصہ ہے جو (چلنے کے وقت) اس کے کشادہ سینے پر آتا جاتا رہتا ہے۔

(۱۰) میں نے اس (گھوڑے) کے ذریعہ تاریکی کا سینہ چاک کر دیا، (جب کبھی) اس کی لگام کھینچ لیتا تو وہ (نشاط میں) کودنے لگتا اور جب اسے ڈھیلی کر دیتا تو وہ کلیلیں بھرنے لگتا تھا۔

(۱۱) اور میں جس جنگلی جانور کا اس سے پیچھا کرتا اسے مار گراتا تھا، اور جب (شکار کرنے کے بعد) اس کی پشت سے نیچے اترتا تو وہ ایسے ہی (تازہ دم) ہوتا جیسا کہ اس وقت تھا جب میں اس پر سوار ہوا تھا۔

(۱۲) دوستوں ہی کی طرح گھوڑے بھی کم یاب ہیں اگر چہ نا تجربہ کار کی نگاہ میں بہت ہیں۔

(۱۳) جب تو ان کے ظاہری رنگ و روپ اور اعضا کی خوبصورتی کے علاوہ کچھ نہ دیکھے تو سمجھ لے کہ (حقیقی) حسن تجھ سے پوشیدہ ہے

(۱۴) اللہ تعالیٰ اس دنیا پر لعنت نازل کرے جو (تھوڑی دیر کے لیے) سوار کی فرودگاہ ہے، کیوں کہ اس میں ہر بلند حوصلہ شخص عذاب اور مصیبت میں رہتا ہے۔

(۱۵) کاش مجھے اس بات کا علم ہو کہ کیا میں (کبھی) کوئی ایسا قصیدہ کہوں گا جس میں زمانہ کا شکوہ اور اس پر عتاب نہ ہو۔

(۱۶) اور میرے ساتھ وہ مصیبتیں ہیں جن میں چھوٹی سے چھوٹی مصیبت بھی مجھ سے شعر و شاعری کو دور کر دے۔ لیکن اے قوم کی بیٹی! میرا دل بڑا مدبر اور حیلہ جو ہے۔ (اسی لیے سخت مصائب میں بھی شاعری کی راہ بنا لیتا ہے۔)

(۱۷) اور کافور کے اخلاق ایسے ہیں کہ میں اس کی مدح و ستائش کا ارادہ کروں یا نہ کروں، وہ مجھے (مضامینِ مدحیہ) بتاتے جاتے ہیں اور میں (بلا تکلف) لکھتا جاتا ہوں۔

(۱۸) جب انسان اپنے اہل و عیال کو اپنے پیچھے چھوڑ آئے اور کافور کے پاس آئے تو وہ پردیسی نہیں رہتا۔ (کیوں کہ وہ اہل و عیال سے زیادہ خاطر و تواضع اور دل داری کرتا ہے۔)

(۱۹) وہ ایسا جوان ہے جو اپنے کاموں کو حکمت، تدبیر اور نادر باتوں سے پُر کر دیتا ہے، حالت رضا میں بھی، حالت غضب میں بھی۔

(۲۰) جب اس کی ہتھیلی جنگ میں تلوار سے وار کرتی ہے تو تم صاف دیکھو گے کہ تلوار ہتھیلی ہی کی مدد سے مارتی کاٹتی ہے۔

(۲۱) اس کی بخششیں کسی کے یہاں ٹھہر جائیں تو بڑھتی رہتی ہیں اور آسمان کا پانی کہیں ٹھہر جاتا ہے تو خشک ہو جاتا ہے۔

(۲۲) اے ابوالمسک! کیا جام میں کچھ باقی بچا ہے جس کو میں پی لوں؟ کیوں کہ میں دیر سے گا رہا ہوں اور تو پیے جا رہا ہے۔ (یعنی میں عرصہ سے اپنے اشعار میں تیری مدح سرائی کر رہا ہوں اور تو سن کر لطف اندوز ہو رہا ہے، اب کچھ مناسب صلہ اور انعام ملنا چاہیے۔)

(۲۳) تو نے ہمارے زمانے کے ہاتھوں کی مقدار کے مطابق دیا، اور میرا جی تیرے ہاتھوں کی مقدار کے مطابق چاہتا ہے۔

(۲۴) جب تک کوئی جاگیر یا کہیں کی حکومت تو میرے حوالے نہیں کرے گا تو تیری سخاوت مجھے لباس پہنائے گی اور تیری بے توجہی اسے چھین لیا کرے گی۔

(۲۵) اس عید میں ہر شخص میرے سامنے اپنے دوست سے ہنس کھیل رہا ہے، اور میں جن سے محبت کرتا ہوں ان کی یاد میں رو رہا ہوں اور بلک رہا ہوں۔

(۲۶) میں اپنے اہل وعیال کا مشتاق ہوں اور ان سے ملاقات کی خواہش رکھتا ہوں۔ مگر (کیا کیجیے) کہاں مشتاق (احباب) اور کہاں دور جانے والا عنقا۔ (یعنی کہاں میں اور کہاں میرے اہل وعیال، ان سے میری ملاقات ایسے ہی دشوار ہے جیسے دور چلے جانے والے عنقا سے۔)

(۲۷) اور اگر ایسا ہو کہ صرف ابوالمسک ہوگا یا صرف وہ لوگ، تو تو میرے دل میں زیادہ شیریں اور لذیذ ہے، (یعنی میں تجھے ان پر ترجیح دوں گا۔)

(۲۸) اور ہر وہ شخص جو احسان کرتا ہے پیارا ہوتا ہے اور ہر وہ جگہ جو عزت وسرخ روئی (کا پودا) اُگاتی ہے اچھی ہوتی ہے۔

(۲۹) حاسدین تیرے بارے میں وہ چاہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ دفع کرنے والا ہے اور گندم گوں نیزے اور تیز دھار والی تلوار دفع کردینے والی ہیں۔ (یعنی وہ تیری بربادی اور تیرا تنزّل چاہتے ہیں، مگر جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے! ان کا مقصد کبھی حاصل نہ ہوگا۔)

(۳۰) اور جو وہ چاہتے ہیں اس سے پہلے وہ (ان کی موت) ہے جس سے چھٹکارا پا کر اگر وہ بڑھاپے تک پہنچ جائیں تب بھی تو زندہ رہے گا جب کہ ان کے بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔

(۳۱) جب وہ تیری بخشش طلب کریں گے تو وہ انھیں دی جائے گی اور (اس کے بارے میں) وہ بااختیار بنادیے جائیں گے، اور اگر تیری فضیلت اور بڑائی کو طلب کریں گے تو ناکام ونامراد بنادیے جائیں گے۔

(۳۲) اور اگر یہ ممکن ہوتا کہ وہ تیرے بلند رتبہ کو لے لیں تو تو انھیں دے دیتا، لیکن کچھ چیزیں وہ ہوتی ہیں جو دی نہیں جاتیں، (جیسے شرف، بزرگی، نصیبہ کی بلندی وغیرہ۔)

(۳۳) سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو اس (محسن) سے حسد کرتے ہوئے رات گزارے جس کی نعمتوں پر لوٹ پوٹ کر وہ رات بسر کرتا ہے۔ (یعنی اپنے محسن سے حسد کرنے والا انسان سب سے بڑا ظالم ہے۔)

(۳۴) اور تو نے ہی اس وارثِ سلطنت کی شیر خواری کے عالم میں دیکھ ریکھ اور پرورش کی جب کہ تیرے سوا اس کا کوئی ماں باپ نہیں تھا۔

(۳۵) اور تو اس کے واسطے ایسے ہی (محافظ) تھا جیسے جنگل کا شیر اپنے بچے کا، اور تیرا پنجہ ہندی تلوار کے سوا اور کوئی چیز نہیں تھی۔

(۳۶) تو نے اپنی اس شریف طبیعت کے ذریعہ اس کے دِفاع میں (دشمنوں کے) نیزوں کا سامنا کیا جو جنگ میں ننگ وعار سے موت کی طرف بھاگتی ہے۔ (یعنی جو ننگ وعار پر موت کو ترجیح دیتی ہے۔)

(۳۷) اور موت کبھی اس (جری) شخص کو چھوڑ دیتی ہے جو اس سے نہیں ڈرتا، اور اس (بزدل) انسان کو ہلاک کر دیتی ہے جو اس سے ڈرتا رہتا ہے۔

(۳۸) اور تجھ سے مقابلہ کرنے والے طاقت وقوت سے خالی نہیں تھے، لیکن انھوں نے جس سے مقابلہ کیا وہ ان سے زیادہ سخت اور شریف تھا۔

(۳۹) ممدوح نے اس حالت میں ان کو پسپا کیا جب کہ تلواروں کی بجلی ان کے خُودوں میں سچی تھی اور خُودوں کی بجلی تلواروں میں جھوٹی تھی۔ (تلوار خود سے ٹکراتی تو چمک پیدا ہونے کے ساتھ سر وجسم سے خون کی بارش بھی رواں ہوتی، اور خود تلوار سے ٹکراتی تو صرف چنگاری نکلتی، کوئی بارش نہ ہوتی)

(۴۰) تونے (دشمنوں کے خلاف) ایسی تلواریں میان سے کھینچیں جنھوں نے ہر خطیب کو بتا دیا کہ وہ منبر پر کس طرح دعا کرے اور کیسے خطبہ دے۔ (یعنی تونے ملک بزورِ شمشیر فتح کیے تو سارے لوگ برغبت یا بخوف تیرا خطبہ پڑھنے لگے اور تیرے لیے دعا کرنے لگے۔)

(۴۱) اور لوگ جن (قبیلوں) کی جانب خود کو منسوب کرتے ہیں ان سے تجھے یہ چیز بے نیاز کر دیتی ہے کہ مکارم اور شریفانہ خصائل تجھی تک پہنچتے اور تیری ہی جانب منسوب ہوتے ہیں۔ (اس لیے اگر تیرا نسب نامعلوم ہے تو کوئی حرج نہیں)

(۴۲) کون سا قبیلہ ایسا ہے، جس کی قدر و منزلت (تیرے انتساب) کی مستحق ہو، مَعَدّ بن عدنان اور یعرب بن قحطان (جن تک عربوں کا نسب پہنچتا ہے) سب تجھ پر قربان ہیں۔

(۴۳) جب میں نے تجھے دیکھا اس وقت میرا خوش ہونا کوئی انوکھی بات نہیں، کیوں کہ مجھے پہلے ہی سے امید تھی کہ میں تجھے دیکھ کر خوش ہوں گا۔

(۴۴) میرے اشعار اور میرا حوصلہ دونوں تیرے بارے میں مجھے ملامت کرتے ہیں (کہ ممدوح کے سوا اوروں کی تونے کیوں تعریف کی) گویا تیری مدح وستائش سے پہلے (اوروں کی) مدح کر کے میں نے جرم وگناہ کیا ہے۔

(۴۵) لیکن (کیا کیجیے تجھ تک پہنچنے والا) راستہ دراز ہو گیا، اور مجھ سے برابر اس کلام کا مطالبہ کیا جاتا رہا اور یہ لوٹا جاتا رہا۔

(۴۶) پھر میرا کلام پورب میں وہاں تک پہنچا جہاں پورب ختم ہو گیا، اور پچھم میں وہاں تک پہنچا جہاں پچھم ختم ہو گیا۔ (یعنی ساری دنیا میں میری شاعری اور میرے کلام کی دھوم مچ گئی۔)

(۴۷) جب میں شعر کہتا ہوں تو اس کو (کانوں تک) پہنچنے سے نہ کوئی بلند دیوار روک پاتی ہے، اور نہ تنا ہوا خیمہ۔ (یعنی میرا کلام شہری اور بادیہ نشیں دونوں تک بغیر روک ٹوک پہنچ جاتا ہے۔)

(۳۷) و قال يمدحه و أنشده إياها في شوال... الخ: (ص:۱۶۴)

(۱) میری بڑی تمنائیں تھیں کہ (بالوں کی) سفیدی بمنزلۂ خضاب ہو جائے، تو سر کی پٹیوں کے سفید ہونے سے (رنگِ) جوانی چھپ جائے۔ (خلاصہ یہ ہے کہ میں ہمیشہ بڑھاپے کی آرزوئیں کرتا تھا، کیوں کہ اس عمر میں انسان کی قدر و عظمت اور وقار واعتبار بڑھ جاتا ہے۔)

(۲) میں ان راتوں میں (پیری کی آرزوئیں کرتا تھا) جن میں میری دونوں کن پٹی کی زلفیں حسین وجمیل عورتوں کے لیے فتنہ اور فخر کا باعث تھیں، اور وہ فخر میرے لیے عیب تھا۔ (کیوں کہ اس دورِ شباب میں بھی میں پاک دامن تھا۔)

(۳) تو آج میں اس (بڑھاپے) کی کیسے برائی کروں جس کی میں تمنا کرتا تھا، اور اپنے لیے اس (جوانی) کی دعا کیسے کروں کہ وہ جب قبول ہو جائے تو میں اس کا شکوہ کروں۔

(۴) (بالوں کی سیاہی کا) رنگ اس (سفیدی کے) رنگ سے جاتا رہا جس نے مجھے (بھلائی کا) ہر راستہ دکھا دیا، جیسے دن کی روشنی سے کہرا چھنٹ جاتا ہے۔

(۵) اور میرے جسم کے اندر ایک نفس ہے جو جسم کے بوڑھے ہونے سے بوڑھا نہیں ہوتا، اگرچہ چہرہ پر جو (بال) ہیں وہ برچھی ہو جائیں۔ (بڑھاپے میں ایک تو جوانی کے زمانہ کی طرح بال نرم نہیں رہتے بلکہ سخت ہو جاتے ہیں، دوسری طرف کمزوری کی وجہ سے کھال نرم ہو جاتی ہے اس لیے وہ سخت بال نرم کھال میں برچھی کی مانند چبھتے اور تکلیف دیتے ہیں۔)

(۶) اس کے ایسے ناخن ہیں کہ اگر یہ موجودہ ناخن کند ہو جائیں تو میں انھیں تیار رکھتا ہوں، اور اس کے دانت ہیں جب کہ منھ میں کوئی دانت نہ رہ جائے۔

(۷) زمانہ اس کے علاوہ مجھ میں جو چاہے تبدیلی کر سکتا ہے، اور میں عمر کی آخری حد کو پہنچ جاؤں گا اور وہ نوجوان ہی رہے گا۔

(۸) اور جب ستاروں کے سامنے بادل آجائے تو میں ایک ستارہ ہوں کہ میرے ساتھی میرے ذریعہ صحیح راستہ پاتے ہیں۔(یعنی میں صحرائی راستوں کا ماہر ہوں، بدلی والی رات کے سخت اندھیرے میں بھی میں راستہ نہیں بھولتا، بلکہ ساتھیوں کی رہنمائی کرتا ہوں۔)

(۹) میں وطن سے بے نیاز ہوں، جس شہر کو چھوڑ کر چلا آتا ہوں اس کی طرف واپسی مجھے آمادہ نہیں کرتی۔

(۱۰) اور اونٹوں کی سبک رفتاری سے (بھی میں بے پرواہ ہوں) تو اگر وہ آسانی کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو جائیں تو ٹھیک، ورنہ ان کے کجاوے میں ایک عُقاب ہے (جو سواری کا محتاج نہیں۔یعنی میں پیدل چل پڑتا ہوں۔)

(۱۱) میں اس وقت بھی سخت پیاسا ہو کر پانی کی ضرورت کا اظہار نہیں کرتا جب کہ برق رفتار اونٹنیوں کے اوپر سخت چلچلاتی دھوپ ہوتی ہے۔

(۱۲) اور میرے جسم میں راز کے لیے ایک ایسی جگہ ہے جسے نہ میرا کوئی ہم نشیں پاتا ہے اور نہ شراب وہاں تک پہنچتی ہے، (جب کہ شراب کا اثر سارے جسم میں ہوتا ہے۔یعنی میں بڑا راز دار ہوں، میرا سینہ رازوں کا مدفن ہے۔)

(۱۳) نازک اندام دوشیزہ کے لیے میرے پاس صرف چند لمحے ہیں، پھر ہم دونوں کے درمیان ایسا صحرا حائل ہو جاتا ہے جو ملاقات کی مخالف سمت میں طے کیا جاتا ہے۔

(۱۴) اور عشق، فریب اور حرص کے سوا کچھ نہیں، دل خود اپنے آپ کو پیش کر دیتا ہے اس لیے مبتلائے مصیبت ہو جاتا ہے۔

(۱۵) میرے دل کے سوا (دوسرے دل) حسینوں (کے تیرِ نظر) کا نشانہ ہیں، اور میری انگلیوں کے علاوہ (اور انگلیاں) جامِ شراب کی سواری ہیں۔(یعنی میں شراب اور شباب دونوں سے بچتا اور پرہیز کرتا ہوں۔)

(۱۶) ہم نے نیزوں کے شوق میں ہر خواہش چھوڑ دی ہے، تو ہمارا کھیل کود (اور دل لگی) صرف انھیں کے ساتھ ہوتی ہے۔

(۱۷) ہم انھیں چلانے کے لیے ایسے پُر گوشت، تنومند اور فربہ گھوڑوں پر انھیں گھماتے ہیں جن میں نیزوں کی گرہیں ٹوٹ چکی ہیں۔

(۱۸) دنیا میں سب سے بڑھ کر عزت کی جگہ برق رفتار گھوڑے کا زین ہے اور زمانہ میں سب سے بہتر ہم نشیں کتاب ہے۔

(۱۹) ابو المسک کا سمندر ایسا عظیم سمندر ہے کہ ہر سمندر پر اس کا جوش وخروش اور تموج (فائق) ہے۔

(۲۰) ممدوح، مدح کے اندازے سے بھی آگے نکل چکا ہے یہاں تک کہ لگتا ہے کہ بہتر سے بہتر تعریف کر کے اس پر عیب لگایا جاتا ہے۔(یعنی اچھی سے اچھی تعریفیں بھی اس کی عیب جوئی معلوم ہوتی ہیں۔)

(۲۱) جس طرح گردنیں چمکتی ہوئی تلواروں کا مقابلہ کرتی ہیں اسی طرح دشمنوں نے اس سے مقابلہ کیا پھر اس کے تابعِ فرمان بن گئے

(۲۲) اور اکثر ابو المِسک سے اس وقت بھی تو عام لباس میں ملے گا جب کہ لوہے کے سوا اور کپڑے حفاظت نہ کر سکیں۔(یعنی بہادری اور جرأت کی وجہ سے میدانِ جنگ میں بھی وہ عام لباس ہی پہنتا ہے، جود اور زرہ پہننے کا اہتمام نہیں کرتا۔)

(۲۳) جن اوقات میں تو اس سے ملتا ہے ان میں سب سے زیادہ کشادہ سینہ وہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ اس کے پیچھے تیر اندازی اور نیزہ بازی ہو رہی ہو اور اس کے آگے شمشیر زنی ہو۔

(۲۴) جن اوقات میں تو ممدوح سے ملاقات کرتا ہے ان میں اس کا فرمان سب سے زیادہ اس وقت نافذ العمل ہوتا ہے جب کہ وہ کوئی ایسا فیصلہ کرے جس سے روے زمین کے تمام بادشاہ ناراض ہوں۔

(۲۵) اس کا فضل وشرف لوگوں کی تابع داری کو اس کی طرف کھینچ لاتا ہے، اگر چہ اس کی بخشش اور سزا اس کو نہ کھینچ سکے۔

(۲۶) اے وہ شیر جس کے جسم میں شیر کی روح ہے، اور کتنے شیر ایسے ہیں جن کی روحیں کتوں کی سی ہیں۔

(۲۷) اور اے زمانہ سے اپنا پورا حق لے لینے والے! اور تجھ جیسے (بہادر اور شیر دل شخص) کو اس کا حق دے دیا جاتا ہے اور اس سے ڈرا جاتا ہے۔

(۲۸) ہمارا بھی اس زمانہ کے پاس ایک حق ہے جس کے دینے سے یہ انکار کرتا ہے، جب کہ میری ناراضگی دراز ہوگئی ہے اور اس کی جانب سے ناراضگی کا دور کرنا کم رہا ہے۔

(۲۹) اور کبھی زمانہ (تیرے خوف سے) تیرے سامنے اپنی عادت بدل لیتا ہے اور غیر آباد اوقات آباد ہو جاتے ہیں۔

(۳۰) اور حکومت (حقیقت میں) تو ہی ہے، اور یہ سلطنت تو ایک زائد چیز ہے، گویا تو تلوار ہے اور حکومت اس کا غلاف۔ (یعنی مقصود تو ہی ہے نہ کہ حکومت۔)

(۳۱) میں تجھ سے اپنی نزدیکی میں آنکھ کی ٹھنڈک محسوس کرتا ہوں، اگرچہ اس نزدیکی میں دوری کی آمیزش ہو۔

(۳۲) کیا میرے لیے یہ چیز نفع بخش ہوگی کہ ہم دونوں کے درمیان کے پردے اُٹھا لیے جائیں، اور جس کی میں نے تجھ سے آس لگا رکھی ہے اس کے سامنے پردہ پڑا رہے؟۔

(۳۳) میں تمہاری تخفیف اور آسانی چاہنے کے لیے تم سے کم سلام کرتا ہوں، اور خاموش اس لیے رہتا ہوں تا کہ (تمھیں) جواب کی زحمت نہ ہو۔

(۳۴) میرے دل میں بہت سی ضرورتیں ہیں، اور تیرے اندر ایسی ذہانت ہے کہ جس کے روبرو میری خاموشی بھی اظہار و بیان ہے

(۳۵) اور میں محبت پر کسی رشوت کا خواہاں نہیں، وہ کمزور محبت ہوتی ہے جس پر کسی بدلہ کی خواہش کی جائے۔

(۳۶) میں اس کے سوا اور کوئی خواہش نہیں رکھتا کہ میں اپنی ملامت کرنے والیوں کو بتا دوں کہ تمہارے عشق کے تعلق سے میری رائے درست ہے۔

(۳۷) اور میں ان لوگوں کو یہ بتا دوں جو میری مخالفت کر کے پورب کی طرف گئے اور میں پچھم کی طرف کہ میں کامیاب رہا اور وہ سب ناکام۔

(۳۸) سوائے تیرے بارے میں اس اتفاق کے کہ تو یکتا ہے اور تو شیر ہے اور سارے بادشاہ بھیڑیے، ہر چیز میں اختلاف عام ہے

(۳۹) اور اس بات پر (بھی اتفاق ہے) کہ اگر تیرا (ان بادشاہوں سے) موازنہ کرتے ہوئے کوئی پڑھنے والا ''ذِئاب'' کو بدل کر ''ذُباب'' پڑھ دے تو وہ غلط نہ ہوگا۔ (کیوں کہ تیرے مقابلہ میں اور بادشاہوں کی یہی حیثیت ہے۔)

(۴۰) (اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ) لوگوں کی تعریفیں سچی اور جھوٹی دونوں ہوتی ہیں، لیکن تیری تعریف سب سچ ہی ہے، اس میں کچھ بھی جھوٹ نہیں۔

(۴۱) جب مجھے تیری محبت مل گئی تو (اس کے مقابلہ میں) مال بے حقیقت اور معمولی چیز ہے، اور مٹی کے اوپر رہنے والی ہر چیز مٹی ہی ہے۔ (یعنی مٹی کی طرح فنا ہو جانے والی ہے، ہمیشہ باقی رہنے والی نہیں۔)

(۴۲) اگر تو نہ ہوتا تو میں ایک سیاح بن جاتا جس کے لیے روزانہ ایک نیا شہر ہوتا اور نئے ساتھی۔ (یعنی تیری عنایتوں ہی نے مجھے مصر کا پابند بنا دیا۔)

(۴۳) لیکن تو ہی میری دنیا ہے جو مجھے پیاری ہے، تو تیرے پاس سے میرا جانا تیری ہی طرف ہوگا، (جیسے جو شخص دنیا سے کہیں اور سفر کرنا چاہے تو دنیا ہی کی طرف جائے گا، کیوں کہ وہ جہاں بھی جائے گا وہ دنیا ہی ہے۔)

(۳۸) وَ قال في صباه و قد مرّ برجلين قد قتلا جرذا الخ: (ص:۱۷۰)

(۱) یہ بڑا غارت گر چوہا موتوں کا قیدی اور ہلاکت کا پچھاڑا ہوا ہوگیا۔

(۲) بنی کنانہ کے ایک اور بنی عامر کے ایک شخص نے اس پر تیر چلایا، اور عربوں کے دستور کے مطابق اسے قتل کر کے منھ کے بل لٹا دیا۔

(۳) دونوں نے مل کر اس کو قتل کیا، تو تم دونوں میں سے کس نے اس کے عمدہ مالِ (غنیمت) میں خیانت کی؟۔

(۴) اور اس کے پیچھے کون تھا؟ کیوں کہ اس کی پونچھ میں دانت سے کاٹنے کا نشان ہے۔

(۳۹) و قال يهجو ضَبّة بن يزيد العُتبي :(ص:۱۷۰)

(۱-۲) لوگوں نے ضَبّہ اوراس کی ڈھیلی اور دراز پستان والی ماں کے ساتھ انصاف نہ کیا۔اس کے باپ کا سر کاٹ کر پھینک دیا، اور اس کی ماں کے ساتھ جبراً (گدھے کی طرح) جفتی کی۔

(۳) تو نہ کسی کو اس مرنے والے پر کچھ فخر ہے اور نہ اس کی طرف کوئی رغبت ہے جس کے ساتھ جفتی کی گئی۔(یعنی کسی نے رغبت کی وجہ سے اس کے ساتھ جماع نہیں کیا بلکہ اس سے تذلیل مقصود تھی۔)

(۴) جو میں نے کہا ہے وہ (تیرے ساتھ) رحم دلی کے طور پر کہا ہے محبت کے طور پر نہیں۔

(۵) اور تیرے حق میں ایک تدبیر کے طور پر کہا ہے تا کہ اگر تو میری بات سمجھے تو معذور سمجھا جائے۔

(۶) (باپ کے) قتل میں تیری کیا ذلت ہے، وہ تو بس (سر کی) ایک چوٹ ہے۔

(۷) اور غداری میں تیری کیا رسوائی ہے وہ تو بس ایک گالی ہے (جس کی تجھے کوئی پرواہ نہیں۔)

(۸) اور اس بات سے تجھے کیا عار ہے کہ تیری ماں بدکار ہے؟۔

(۹) کُتّے کے لیے کسی کُتیا کا بچہ ہونا کیا گراں گزرتا ہے؟۔

(۱۰) تیری ماں کے ساتھ جو ہمبستری کرتا ہے وہ تیری ماں کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا ہے، بلکہ وہ تو اپنی کمر کو نقصان پہنچاتا ہے۔

(۱۱) اس مرد نے تیری ماں کے ساتھ جماع نہیں کیا، بلکہ تیری ماں کے عضو مخصوص نے اس کے عضو تناسل کے ساتھ جماع کیا۔

(۱۲) لوگ ضبہ کو ملامت کرتے ہیں، اور اس کے دل کو ملامت نہیں کرتے (کہ اس پر ملامت کا کوئی اثر نہیں۔)

(۱۳) اس کا دل خواہش گناہ کرتا ہے، اور جسم کو اپنے گناہ کا الزام دیتا ہے۔

(۱۴) اگر وہ درخت کے تنے کو عضو تناسل کی شکل میں دیکھ لے تو وہ چاہے گا کہ اس کی کمر اسی تنے میں (آویزاں) ہو جائے۔(اور اس سے لواطت کرا کے لطف اندوز ہو۔خلاصہ یہ ہے کہ وہ لواطت کرانے کا عادی ہے۔)

(۱۵) (استہزا کے طور پر کہتا ہے) اے لوگوں میں سب سے بڑھ کر نیک طبیعت، اور سب سے نرم زانو والے! (یعنی تجھ میں اس قدر لواطت کرانے کی عادت ہے کہ کسی سے انکار نہیں کرتا۔)

(۱۶) اے اصل کے اعتبار سے سب سے گندے، جس کی مٹی سب سے گندی زمین میں پڑ گئی ہے۔(یہاں اصل سے مراد باپ، اس کی مٹی سے مراد اس کا نطفہ، اور زمین سے مراد ماں ہے۔یعنی تیری اصل بھی سب سے گندی اور اس اصل کی مٹی جس زمین میں گری وہ بھی ساری زمینوں سے زیادہ گندی ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ تو خبیث الطرفین ہے۔)

(۱۷) اور اے لوگوں میں سب سے سستی ماں والے، کہ وہ ایک دانہ کے بدلہ ہزار ہمبستری کا سودا کرتی ہے۔

(۱۸) سارے اعضائے تناسل (تیری ماں) مریم کے لیے تیر ہیں اور وہ ان سب کے لیے تیر دان۔

(۱۹) بیمار پر طبیبوں سے ملنے کی وجہ سے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟

(۲۰) بدکار اور شریف عورت کے درمیان منگنی اور نکاح کے سوا کوئی فرق نہیں۔(یعنی جو نکاح میں ہوتا ہے وہی زنا میں ہوتا ہے، دونوں کے درمیان صرف ذرا سا فرق ہے، اس لیے زنا میں اسے کیا عار ہو سکتا ہے؟۔)

(۲۱) اے ہر اس مہمان کے قاتل جس کو ایک پیالہ پانی ملا ہوا دودھ کافی ہوتا ہے۔

(۲۲) اور اے ہر اس دوست کے لیے سراپا خوف، کہ رات نے تجھ کو جس کے پہلو میں سُلا دیا ہو۔

(۲۳) تو ایسا ہی (غدار) پیدا کیا گیا ہے، اور اپنے پروردگار پر کون غالب آسکتا ہے؟۔(یعنی غداری تیری سرشت اور فطرت میں داخل ہے تو اُسے کون بدل سکتا ہے۔)

(۲۴) اور مذمت کی کون پرواہ کرتا ہے جب کہ وہ مذمت کے کام کرنے کا عادی ہوجائے۔
(۲۵-۲۶-۲۷) اور کیا تو نہیں دیکھتا کہ قطار در قطار گھوڑے کھجوروں کے باغات میں ایک عرصہ سے تیری عورتوں کے سامنے اپنے اعضائے تناسل نکالے ہوئے ہیں، اور وہ عورتیں تیرے ارد گرد (للچائی نظروں سے) انھیں اس حالت میں دیکھ رہی ہیں کہ (شہوت سے) ان کی شرم گاہیں تر ہیں۔ (یعنی تو بڑا بے حیا ہے کہ یہ ساری چیزیں دیکھتے ہوئے بھی انھیں گوارا کر لیتا ہے۔)
(۲۸) اور خچر کا جو عضو تناسل وہ دیکھتی ہیں اس کے غلاف پر رشک کرتی ہیں (یعنی آرزو کرتی ہیں کہ کاش! ان کی شرمگاہیں خچروں کے اعضائے تناسل کا غلاف بن جائیں۔)
(۲۹) تو اے ضَبّہ! اپنے دل سے پوچھ کہ وہ اپنا غرور و تکبر کہاں چھوڑ آیا؟ (یعنی تو قلعہ میں بند ہو کر اپنی ہجو و مذمت اور گالیاں سن رہا ہے، باہر کیوں نہیں نکلتا، آخر تیرا غرور کہاں چلا گیا؟)
(۳۰) تو اگر تکبر نے تجھے چھوڑ دیا ہے (تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟) کہ میری زندگی کی قسم! وہ ایک زمانہ سے متکبرین کو چھوڑتا رہا ہے۔
(۳۱) اور تو تکبر کی جانب کیسے مائل ہے جب کہ تو نے اس کی شوخی اور خوف کو کھلم کھلا دیکھ لیا ہے؟
(۳۲) تو تو بس ایک مکھی تھا جس کو ایک مُور چھل نے ہم لوگوں سے اُڑا دیا ہے۔
(۳۳) تو (پہلے تو) مارے تکبر کے فخر کرتا تھا، اور اب خوف سے ہوا خارج کرنے لگا ہے۔
(۳۴) اور اگر ہم تجھ سے کچھ دور چلے جاتے ہیں تو تو چھوٹا اور بڑا نیزہ اٹھانے لگتا ہے۔
(۳۵) اور کہنے لگتا ہے کہ کاش! میرے ہاتھ میں لمبے تڑنگے کم بال والے گھوڑے کی لگام ہو (تاکہ اس پر بیٹھ کر میں دشمنوں کے سامنے بہادری کے جوہر دکھاؤں۔)
(۳۶) اگر کارناموں سے تو گھبرا گیا ہے (تو کوئی تعجب نہیں) کیوں کہ وہ (تیرے لیے) خانۂ غربت ہیں۔
(۳۷) اور اگر رسوائی کے کاموں سے تو مانوس ہوا ہے (تو کوئی حیرت نہیں) کیوں کہ ان کا تجھ سے نسبی رشتہ ہے۔
(۳۸) اور اگر (اپنی ہجو سے) تو میرا مقصد سمجھ جائے تو تیری پریشانی دور ہو جائے۔ (اس طرح کہ میری ہجو سننے کے بعد کوئی مہمان تیرے پاس نہ جائے۔ اور یہی تیرا مقصد ہے کہ کوئی مہمان تیرے یہاں نہ آئے کہ اس کی مہمان نوازی کی زحمت اُٹھانی پڑے۔)
(۳۹) اور اگر تو میرے مقصد کو نہ سمجھے تو یہی تیرے لائق ہے۔ (کیوں کہ تو نرا جاہل اور احمق ہے۔)

(۴۰) توفيت عمة عضد الدولة ببغداد فقال يرثيها، و يعزيه بها: (۱۷۴:)

(۱) (خدا کرے) یہ حادثہ جس نے ممدوح کے دل پر اثر کیا ہے آخری حادثہ ہو جس سے بادشاہ کی تعزیت کی جائے۔ (یعنی خدا کرے اس کے بعد ممدوح کسی اور حادثہ سے دوچار نہ ہو، اور تعزیت کی نوبت نہ آئے۔)
(۲) (یہ اثر اس پر) صرف بے صبری کی وجہ سے نہیں ہوا ہے بلکہ اس میں اس بات کی غیرت شامل ہوگئی ہے کہ زمانہ کو اس کی چیز چھیننے کی قدرت ہوگئی ہے۔
(۳) اگر دنیا کو اس کے وہ (فضائل و کمالات) معلوم ہوتے جو اسے حاصل ہیں تو زمانہ اس کو ناراض کرنے سے شرم کرتا۔
(۴) شاید زمانہ یہ سمجھتا ہے کہ جو اس کے پاس نہیں وہ اس کے گروہ سے نہیں ہے۔ (یہ اس نے اس لیے کہا ہے کہ عضد الدولہ کی پھوپھی کا انتقال بغداد میں ہوا تھا۔)
(۵) اور یہ کہ جس کا گھر بغداد میں ہے وہ اس کی تلوار کی پناہ میں نہیں۔

(۶) اور یہ کہ آدمی کے آبا و اجداد اس کے وطن ہیں، جو اس وطن سے نہیں وہ اس کی نسل اور خاندان سے نہیں۔
(۷) مجھے ڈر ہے کہ اس کے دشمن (اگر) اس راز کو (کہ ممدوح کا قرب باعثِ امن و امان ہے) سمجھ گئے تو (حادثات سے) ڈر کر اس کی قربت کے لیے دوڑ پڑیں گے۔
(۸) انسان کے لیے ایک بار (قبر میں) ایسا لیٹنا ضروری ہے جو لٹائے ہوئے شخص کو کروٹ نہ بدلنے دے گا۔ (یعنی ہر ایک انسان کو ایک دن مرنا اور قبر میں لیٹنا ہے۔)
(۹) اس کی وجہ سے وہ اپنا غرور اور موت نے جو درد و کرب اسے چکھایا ہے سب بھول جائے گا۔
(۱۰) ہم مُردوں کی اولاد ہیں، تو پھر ہم کیوں اس (موت کے گھونٹ) کو ناپسند کرتے ہیں جس کے پینے سے ہمیں چھٹکارا نہیں۔
(۱۱) ہمارے ہاتھ، ہماری روحوں کو اس زمانہ کو دینے میں کنجوسی کرتے ہیں جو خود اسی کی پیداوار ہیں۔ (یعنی ہماری روحیں زمانہ کی گردشوں ہی کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ شاعر اسی مفہوم کو اگلے شعر میں واضح کرتا ہے۔)
(۱۲) کیوں کہ یہ روحیں اسی کی فضا سے ہیں اور یہ بدن اسی کی مٹی سے۔
(۱۳) اگر عاشق، (معشوق کے) حسن و جمال کا انجام سوچ لے جس نے اسے اپنا گرویدہ بنالیا ہے تو وہ اسے اپنا گرویدہ نہ بنا سکے۔
(۱۴) سورج کی پہلی کرن پورب میں (اس طرح) نظر نہیں آتی کہ لوگ اس کے غروب ہونے میں شک کریں۔ (یعنی انسان جوں ہی سورج کو نکلتے ہوئے دیکھتا ہے تو اسے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ غروب بھی ہوگا۔)
(۱۵) بھیڑوں کا چرواہا اپنی جہالت میں اسی طرح مرتا ہے جیسے جالینوس اپنی طبی مہارت میں۔ (یعنی عالم اور جاہل دونوں موت میں برابر ہیں۔)
(۱۶) بلکہ بسا اوقات اُس کی عمر اس کی عمر سے زیادہ ہوتی ہے، اور وہ اپنی جان کے بارے میں زیادہ محفوظ ہوتا ہے۔
(۱۷) صلح کی انتہائی کوشش کرنے والے کا انجام بھی جنگ کی حد درجہ کوشش کرنے والے کے انجام جیسا ہوتا ہے۔ (یعنی دونوں کا انجام موت ہے۔)
(۱۸) تو وہ طالب اپنی ضرورت پوری نہ کر سکے جس کا دل موت کے خوف سے کانپ رہا ہو۔
(۱۹) میں اس گزرے ہوئے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا کرتا ہوں جس کی سخاوت و فیاضی ہی اس کا سب سے بڑا گناہ تھی
(۲۰) وہ ایسا تھا کہ جو شخص اس کے احسانات شمار کرتا گویا وہ اسے آخری درجہ کی گالی دے رہا ہے۔ (یعنی وہ احسان کے بعد اس کے ذکر کو بھی ناپسند کرتا تھا جیسے کوئی گالی کو ناپسند کرے۔)
(۲۱) وہ سربلندیوں سے محبت کی وجہ سے زندگی کا طلب گار تھا، زندگی کی محبت کی وجہ سے جینا نہیں چاہتا تھا۔
(۲۲) اس کو دفن کرنے والے (قبر میں) اسے تنہا سمجھتے ہیں حالاں کہ وہاں مجد و شرافت اس کے ساتھیوں میں سے ہے۔ (اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مجد و شرافت کے علاوہ اس کے ساتھی اور بھی ہیں جیسے عفت، پاکدامنی، خوش اخلاقی وغیرہ۔)
(۲۳) اس کے ذکر میں تذکیر ظاہر کی جاتی ہے، اور تانیث کو اس کے پردوں میں چھپا دیا جاتا ہے۔ (یعنی انتقال کرنے والی چوں کہ شرم و حیا کا پیکر اور پردہ نشیں تھی اس لیے اس کے مرثیہ میں اس کا تذکرہ مذکر کے صیغوں سے کیا گیا ہے اور اس کے مونث ہونے کو تذکیر کے پردوں میں چھپا دیا گیا ہے۔)
(۲۴) وہ اس بہترین امیر کے باپ کی بہن ہے جس نے لشکر کو بلایا تو لشکر نے نیزوں سے کہا کہ اس کے بلاوے پر لبیک کہو۔ (کیوں کہ ہم سب اس کے تابع دار ہیں۔)
(۲۵) اے حکومت کے دست و بازو، جس کا ستون اس کا باپ ہے (یعنی اس کا لقب عضد الدولہ اور اس کے والد کا لقب رکن

الدولہ ہے)اور دل اپنی عقل کا باپ ہے۔(عضد الدولہ بمنزلۂ عقل ہے اور اس کا باپ رکن الدولہ بمنزلۂ دل۔اور عقل دل سے افضل ہوتی ہے۔)

(۲۶) اور (اے وہ شخص!) جس کے بیٹے اس کے آباواجداد کی زینت ہیں جیسے وہ اس کی شاخوں پر شگوفے ہیں۔

(۲۷) تو اس زمانہ کے لیے سامانِ فخر ہو گیا کہ تو جس کے اہل میں سے ہے، اور اس باپ کے لیے (باعث فخر ہو گیا) کہ تو جس کی اولاد میں سے ہے۔

(۲۸) یقیناً یہ دردوغم تیرا ہمسر اور حریف ہے تو اس کو زندہ مت رہنے دے، اور صبر وتحمل تیری تلوار ہے تو اس کے وار کو خالی نہ جانے دے۔

(۲۹) میں نہیں سمجھتا تھا کہ تاریکیوں کے بدرِ کامل کو اس کے ستاروں میں سے کوئی کھو جانے والا ستارہ وحشت میں ڈال دے گا۔

(۳۰) تو اس سے مُبَرَّا ہے کہ اس چیز کو اُٹھانے سے قاصر رہے جس کو قاصد اپنے خطوں میں اُٹھا لایا ہے۔

(۳۱) تو نے اس سے پہلے بھاری بوجھ اُٹھایا ہے کہ طاقت نے اس کو گھسیٹنے سے بے نیاز کر دیا تھا۔

(۳۲) انسان کا صبر اس کی تعریف میں داخل ہے اور اس کا ڈرنا اور گھبرانا عیب میں داخل ہے۔

(۳۳) تیرے جیسا (صابر) انسان غم کو اپنی جانب سے پھیر دیتا ہے، اور آنسوؤں کو آنکھوں میں روک لیتا ہے۔

(۳۴) (یہ صبر) یا تو اپنے فضل وشرف پر رحم کھانے کے لیے ہے یا اپنے رب کی تسلیم ورضا کے لیے۔

(۳۵) میں نے ''تیرے مثل'' اس طور پر نہیں کہا کہ اس سے تیرے سوا کسی اور کو مراد لوں، اے یکتا بے مثل (انسان)!۔

(۴۱) و قال يهجو القاضي الذهبي في صباه : (ص:۱۷۸)

(۱) جب تیرے نسب کی تحقیق کی گئی تو تو اپنے باپ کے سوا کسی اور کا بیٹا نکلا، پھر جب تجھے آزمایا گیا تو ادب کی طرف تیرا رجوع نہ ملا۔(یعنی تو مجہول النسب اور بے ادب ہے۔)

(۲) تو تیرا نام اب ذہبی رکھا گیا، یہ ''ذَہابُ العقل'' سے مشتق ہے، ''ذَہَب'' (بمعنی سونا) سے نہیں۔

(۳) تجھ پر افسوس، جو لقب تجھے دیا گیا ہے تیری وجہ سے اسے لقب دیا گیا ہے۔(یعنی تیرے سبب وہ لقب بدنام ہو گیا۔) اے وہ لقب جو لقب پر ڈالا گیا ہے۔

(۴۲) و قال يهجو وَردان بن ربيع الطائي الخ : (۱۷۸)

(۱) اللہ تعالیٰ وَردان اور اس کی ماں کو اپنی رحمت سے دور کرے جس نے اسے جنم دیا۔اس کی کمائی (خوراک) خنزیر کی سی ہے اور ناک لومڑی کی سی۔(وِردان ایک شخص کا بھی نام ہے اور گُبریلا کو بھی کہتے ہیں۔)

(۲) تو اس کی دھوکہ دہی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اس میں ماں باپ سے ہی ہے۔

(۳) جب انسان اپنی بیوی کی شرمگاہ کی کمائی کھائے، تو تھو ہے اس کی کمینگی پر، اور تھو ہے اس کے پیشہ پر۔

(۴) کیا یہی وہ ذلیل انسان ہے کہ گبریلا (کیڑا) جس کی اولاد ہے، وہ دونوں گندی جگہ سے اپنی روزی حاصل کرتے ہیں۔(گبریلا، نجاست سے اور یہ شخص اپنی بیوی کی شرمگاہ سے۔)

(۵) پہلے میں بنی طے کی اصل سے غداری اور دھوکہ دہی کی نفی کرتا تھا، تو (اے دوستو!) اب مجھے تم ملامت نہ کرنا، کیوں کہ کچھ سچ جھٹلا دیے جاتے ہیں۔

(۴۳) و يروى له هذه الأبيات في بعض النسخ المطبوع في بيروت الخ :(ص:۱۷۹)

(۱) کچھ سیاہ فام ایسے ہیں جن کا دل تنگ اور ڈرپوک ہے، لیکن ان کا پیٹ بڑا ہے۔

(۲) میں نے اس کے خصی کرنے کی جگہ کو دوبارہ خصی کر دیا۔ پھر میں نے اسے اس حالت میں کر چھوڑا کہ وہ منھ میں سے ڈوبتے ہوئے سورج کو تلاش کرتا رہا۔

(۳) اس کی وجہ سے زمانے والے زمانہ پر غصہ کے باعث مرے جاتے ہیں، جیسے کہ مارے غصہ کے فاتِک اور شبیب مر گئے۔ (یہ دونوں کافور کے جانی دشمن تھے۔)

(۴) جب اصل، عقل اور دریا دلی سب تجھ میں ناپید ہیں تو تیرے دربار کی زندگی میں کوئی بھلائی نہیں۔

(۴۴) و منها ما كتب به إلى الوالي و قد طال اعتقاله :(ص:۱۷۹)

(۱) اے عقل مند حاکم! میری دست گیری فرما، کسی اور وجہ سے نہیں، بلکہ صرف اس وجہ سے کہ میں ایک پردیسی آدمی ہوں۔

(۲) یا اس ماں پر رحم کھا کر کہ جب وہ مجھ کو یاد کر لیتی ہے تو اس کے دل کا لہو آنکھ کے آنسوؤں کی صورت میں پگھلتا ہوا آتا ہے۔

(۳) اگر تمہاری زیارت سے پہلے میں نے غلطی کی تھی تو تمہارے ہاتھوں پر میں توبہ کرتا ہوں۔

(۴) عیب لگانے والے نے تمہارے پاس میرے عیوب بیان کر دیے ہیں، جب کہ تمام عیوب والوں میں عیوب اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ (یعنی یہ جن جن لوگوں کے بھی عیوب بیان کرتا ہے وہ سب اسی کی اختراع اور من گڑھت ہے۔)

(۴۵) و قال له بعض إخوانه سلّمتُ عليك فلم تردّ السلام فقال معتذرا :(ص:۱۸۰)

(۱) میں تمہارے خفا ہونے پر خفا ہوں، اور تمہارے تعجب پر محو حیرت ہوں۔

(۲) کیوں کہ جب تمہاری مجھ سے ملاقات ہوئی میں تمہارے غائب ہونے ہی کی وجہ سے پریشان تھا۔

(۳) اس لیے سلام کا جواب دینے سے غافل ہو گیا، تمہاری طرف سے میری بے التفاتی تمہارے ہی لیے تھی۔

قافية التاء

(۴۶) و قال و قد أنفذ إليه سيف الدولة قول الشاعر الخ :(ص:۱۸۰)

○ ممدوح نے میری ضرورت کو ایسی جگہ سے دیکھ لیا جہاں وہ چھپی ہوئی تھی تو وہ اس کی آنکھوں کا تنکا بن گئی یہاں تک کہ وہ دور ہو گئی۔

و سأله إجازته فكتب تحته و رسوله واقف :

(۱) ہمارا بادشاہ ایسا ہے کہ جس کا عزم و حوصلہ نیند کا مزہ نہیں چکھتا، وہ زندوں کے لیے موت اور مُردوں کے لیے زندگی ہے۔

(۲) وہ اس سے بالاتر ہے کہ اس کی آنکھوں میں کوئی تنکا پڑے، جب تیری ضرورت اسے دیکھ لیتی ہے تو خود ہی بھاگ کھڑی ہوتی ہے

(۳) اللہ تعالیٰ میری جانب سے سلطنتِ بنی ہاشم کی تلوار کو جزائے خیر عطا فرمائے، کیوں کہ اس کی بے کراں بخشش ہی میری تلوار اور میری سلطنت و حکومت ہے۔

(۴۷) و قال في صباه عند وداعه بعض الأمراء :(ص:۱۸۱)

(۱) اپنی بخشش سے ان اشعار کی مدد کر جن کے ذریعہ میں نے تمہارے دشمنوں کو مشرق و مغرب میں رسوا کر کے رکھ دیا ہے۔

(۲) کیوں کہ میں نے تمہارا انتظار کیا یہاں تک کہ میرے سفر کا وقت قریب آ گیا، اور (اب) یہ رخصتی بھی ہو رہی ہے، تو تم جس کے چاہو مستحق بن جاؤ، (بخشش کر کے تعریف کے یا محروم کر کے مذمت کے۔)

(۴۸) و قال مرتجلاً يمدح بدر بن عمّار بن إسماعيل الأسدي : (ص:۱۸۱)

(۱) نشان زدہ گھوڑے اور ننگی ہندی تلواریں تجھ پر قربان ہوں۔

(۲) میں نے (لوگوں میں ہر طرف) پھیل جانے والے قصیدوں میں تیرے محاسن بیان کیے، اگر چہ میرے قصیدہ بہت ہو گئے ہیں پھر بھی تیرے اوصاف اور محاسن باقی رہ گئے ہیں۔

(۳) تجھ سے پہلے کے لوگوں کے کام (جیسے) سیاہ گھوڑے ہیں، اور ان کے کاموں کے درمیان تیرا کارنامہ دوسرے رنگ (کی طرح نمایاں) ہے۔

(۴۹) و قال يمدح أبا أيوب أحمد بن عمران : (ص:۱۸۱)

(۱) (میں جن کا مشتاق اور گرویدہ ہوں) وہ عورتوں کا ایک جھرمٹ ہے جس کی خوبیاں ایسی ہیں کہ ان خوبیوں کی حامل شخصیتوں سے میں محروم ہوں، ان کی صفات قریب اور ان کے موصوف دور ہیں۔

(۲) اس گروہ نے (ہودجوں سے) جھانکا، تو میں نے جب اس کے ظاہری بدن پر نگاہ ڈالی تو اسے اپنی آنکھ کے آنسوؤں سے بھی زیادہ لطیف پایا۔

(۳) میرا نالہ و شیون ان کے بھورے رنگ کے اونٹوں کو پیچھے سے ہانکتا رہا، میرے رونے کی ہچکیوں کو وہ اپنی حُدی خوانوں کا جھڑکنا سمجھتے رہے۔

(۴) تو یہ اونٹ درختوں کی شکل میں سامنے آئے، لیکن یہ ایسے درخت تھے جن کے پھلوں سے میں نے موت کا پھل توڑا۔ (کیوں کہ یہ محبوب سے جدائی کا سبب بن گئے۔)

(۵) (خدا کرے) تجھ اونٹ کو چلنا نصیب نہ ہو، اگر میں تجھ پر سوار ہوتا تو میرے آنسوؤں کی گرمی تیرے (جسم کے) نشانات کو بھی مٹا دیتی۔

(۶) اور (خدا کرے) میں ان نیل گایوں کا بوجھ اُٹھاؤں جو تو نے اٹھایا ہے، اور تو ان حسرتوں کا بوجھ اٹھائے جو میں نے اٹھا رکھا ہے۔

(۷) ان کے دوپٹوں میں جو (حسین چہرہ) ہے اس پر فریفتہ ہونے کے باوجود میں اس (بدن) سے بچتا ہوں جو ان کی قمیصوں میں ہے۔

(۸) ہر حسینہ میری جواں مردی، انسانیت اور غیرت وحمیت کو اپنی سَوتَن سمجھتی ہے۔

(۹) یہی تینوں چیزیں خلوت میں مجھے لطف اندوز ہونے سے روکنے والی ہیں، اس کے انجام بد کا خوف نہیں۔

(۱۰) اور بہت سے مقاصد جن میں ہلاکت تھی میں نے مضبوط اور مطمئن دل کے ساتھ اس طرح حاصل کر لیے جیسے میں ان کے پاس آیا ہی نہیں۔

(۱۱) اور میں نے (اپنے) شہ سواروں کے ذریعہ بہت سے شہ سواروں کو اُن جنگلی جانوروں کی خوراک بنا دیا جو خود اِن سواروں کی خوراک تھے۔

(۱۲) میں نے اُن دشمنوں کے سامنے ایسے روشن پیشانیوں والے گھوڑوں کو پیش کر دیا کہ لگتا ہے کہ بنی عمران کی نعمتیں ان کی پیشانیوں پر چمک رہی ہیں۔

(۱۳) بنی عمران شہ سواری میں گھوڑوں کی کھال کی طرح ان کی پشتوں پر اس حالت میں بھی جمے ہوتے ہیں جب کہ گھوڑوں کے سینوں پر نیزہ بازی ہو رہی ہو۔

(۱۴) وہ گھوڑوں کو ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسے وہ گھوڑے ان کو، اور ان کے آبا و اجداد ان گھوڑوں کی ماؤں پر سوار ہوتے رہے ہیں۔

(۱۵) تو ایسا لگتا ہے کہ وہ گھوڑے ان کے نیچے کھڑے کھڑے ہی پیدا ہوئے ہیں، اور گویا بنی عمران ان کی پشتوں پر ہی پیدا ہوئے ہیں

(۱۶) شریف سواروں کے بغیر عمدہ گھوڑے ایسے ہیں جیسے دل بغیر سیاہ نقطوں کے ہوں۔

(۱۷) یہ ایسی شخصیتیں ہیں جو عظمتوں پر غالب رہتی ہیں، اور شرافت ان کی خواہشات پر غالب رہتی ہے۔

(۱۸) (خدا کرے) ان کے اُگنے کی جگہیں جنھوں نے ساری مخلوق کو سیراب کیا ابوایوب کی بخشش سے سیراب ہوں جو ان کی بہترین بُو دہے۔

(۱۹) اس کے مال کی (بے کراں) بخششوں پر حیرت نہیں ہے بلکہ ان کے اپنے اوقات تک سلامت رہنے پر حیرت ہے۔

(۲۰) تعجب اس پر ہے کہ اس نے ان انگلیوں سے گھوڑے کے لگام کی حفاظت کی ہے کہ چیزوں کو محفوظ رکھنا جن کی عادت ہی نہیں ہے۔

(۲۱) اگر وہ کسی تحریر کی سطروں پر گھوڑا دوڑاتے ہوئے گزرے تو وہ اپنے نوخیز گھوڑے کے کُھر سے اُس تحریر کی ساری میموں کو شمار کرلے۔ (میم کا اوپری سرا گھوڑے کے کھر سے بہت مشابہت رکھتا ہے اس لیے بطورِ خاص اس کا ذکر کیا۔)

(۲۲) وہ گھوڑا دوڑاتے ہوئے اپنے نیزے کی اَنی جہاں چاہے رکھ سکتا ہے، یہاں تک کہ (دشمنوں کے) کانوں کے سوراخوں میں بھی.

(۲۳) اے احمد کے فرزند! تیرے پیچھے (دوڑتے ہوئے) پانچ سالہ گھوڑے اس طرح منھ کے بل گرتے ہیں (گویا) ان کے پیر ان کے قابو میں نہیں ہیں۔

(۲۴) تیری دہشت سے شہ سواروں کے جسم میں کپکپی ان کے نیزوں کی جنبش سے بھی زیادہ ہے۔

(۲۵) اس آدمی کو چھوڑ کر کوئی مخلوق تجھ سے زیادہ سخی اور دریا دل نہیں جو تجھے پہچانتا ہے اور جس نے تیری جان کو دیکھا، پھر تجھ سے یہ نہیں کہا کہ اسے مجھے دے دے۔

(۲۶) جس نے قرآن کریم کی دس دس آیتوں کو گن کر حساب لگایا اس نے حساب میں غلطی کی، کیوں کہ تیرا قرآن کریم کو تجوید اور مقاماتِ وقف کی رعایت کے ساتھ پڑھنا بھی ان آیتوں میں سے ایک آیت ہے۔

(۲۷) شرافت تیری گفتگو میں کھل کر ظاہر ہوگئی ہے، اور گھوڑوں کی عمدگی ان کی آواز سے ظاہر ہو جاتی ہے۔

(۲۸) جو مقام تو نے پالیا ہے اس سے تیرا علاحدہ ہونا نہایت مشکل ہے، اور چاند اپنے ہالوں سے باہر نہیں نکلا کرتے۔

(۲۹) جو بیماری تجھے ہے ہم اسے لعنت ملامت نہیں کرتے، کیوں تو لوگوں کو بھی اپنا مشتاق بناتا ہے اور ان کی بیماریوں کو بھی۔

(۳۰) جب وہ لوگ تیری طرف سفر کا ارادہ کرتے ہیں تو تو ہی آگے بڑھ کر ان سے مل لیتا ہے، اور ان لوگوں کی ضیافت سے پہلے ان کے حالات واَمراض کی ضیافت کرتا ہے (اس طرح کہ ان کی بیماریوں کو اپنے اوپر لے لیتا ہے۔)

(۳۱) بخار کی منزلیں جسم ہیں، تو ہمیں بتا کہ عمدہ جسموں کو چھوڑنے کا ان کے پاس کیا عذر ہے؟۔

(۳۲) تیری عظمت وشرافت اسے بھاگئی، اس لیے اعضا کو تکلیف پہنچانے کے لیے نہیں، تمام اعضا کو گہری نظر سے دیکھنے کی غرض سے وہاں اس کا قیام طویل ہوگیا۔

(۳۳) تو نے وہ ساری چیزیں دے ڈالیں جنھیں تیرا دل محبوب رکھتا ہے، حد یہ کہ اس بخار کو تو نے اپنی صحت وتندرستی بھی دے ڈالی

(۳۴-۳۵) ستاروں پر لازم ہے کہ وہ بلندی سے آکر تیری عیادت کریں، اور شیر جھاڑیوں سے، جن اپنے پردوں سے، جنگلی جانور جنگلوں سے اور چڑیاں اپنے گھونسلوں سے تیری عیادت کو آئیں۔

(۳۶) تمام لوگوں کا ہمارے سامنے ذکر ہوا تو وہ ایک قصیدہ کے درجہ میں ہوئے جس کا انوکھا اور بے مثال شعر تو قرار پایا۔

(۳۷) لوگوں میں کچھ چلتی پھرتی تصویریں ہیں، ان کی زندگی ان کی موت کی طرح اور ان کی موت ان کی زندگی کی طرح ہے۔

(۳۸) ان جیسوں کی نسل سے بچنے کے لیے میں نکاح سے ڈرتا رہا، یہاں تک کہ میں نے عورتوں پر ان کی لڑکیوں کو بڑھا دیا۔ (یعنی وہ گھر بیٹھی رہ گئیں مگر میں نے ان سے نکاح نہ کیا۔)

(۳۹) آج میں ایسے (سخی) انسان کے پاس آپہنچا ہوں کہ اگر وہ ساری مخلوق کا مالک ہو جائے تو اس کے دینے کو بھی کم سمجھے۔

(۴۰) اس آنکھ کے بدلے جس سے مخلوق دیکھتی ہے ممدوح کی طرف دیکھنا سستا ہے، اور اس کے پیر کی لغزش مخلوق کی دیتوں کے بدلے سستی ہے۔

قافية الجيم

(۵۰) و قال و قد صفَّ سيف الدولة الجيش في منزل يُعرَفُ بالسَّنبوس :(۱۸۸)

(۱) کل کے بعد آج کے دن کی خوشبو ہوگی، اور دشمن میں لڑائی کی ایسی آگ ہوگی جس کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے۔

(۲) اس کی وجہ سے بچوں کی پرورش کرنے والی عورتیں بے خوف ہو کر رات گزاریں گی، اور حُجاج اپنے راستوں میں محفوظ ہوں گے۔

(۳) اے بپھرے ہوئے شیر! تیرے دشمن چاہے جہاں بھی ہوں تیرے شکار بنے رہیں۔

(۴) میں نے تجھے اس وقت بھی پہچان لیا جب کہ لشکر کی صفیں لگ چکی تھیں، اور تو اپنی تلوار کے علاوہ کسی اور پر اعتماد نہیں کرتا۔

(۵) سطحِ سمندر اس وقت بھی دور ہی پہچان لی جاتی ہے جب کہ وہ ساکن ہو، تو جب وہ سمندر موجزن ہو تو کیسے نہیں پہچانا جائے گا؟۔

(۶) ایسی سرزمین میں (میں نے تجھے پہچان لیا) کہ (چلنے والے کے) قدم جس میں فنا ہو جائیں گے جب کہ لشکریوں کی تاخت سے اس کی وسعتیں پُر ہو جائیں۔

(۷) تو اس زمین پر شاہِ روم کی جان (لینے) کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی کافر رعایا اس پر قربان ہو جاتی ہے۔

(۸) کیا یہ عیسائی ہمیں مصائب و مشکلات کی دھمکی دیتے ہیں حالاں کہ ہم ان کے ستارے، اور وہ ہمارے بُرج ہیں۔

(۹) اور ہم میں وہ سیف (سیف الدولہ) ہے کہ جب (دشمن سے) اس کی مڈبھیڑ ہوتی ہے تو اس کا حملہ سچا ہوتا ہے، اور اس کی لُوٹ بہت ضدی، (کہ دشمنوں کا ستیاناس کیے بغیر رکتی ہی نہیں۔)

(۱۰) بہادری کے سبب ہم ممدوح کو بُری نگاہوں سے خدا کی پناہ میں دیتے ہیں، اور اس کے لیے دعاؤں کا شور برپا رہتا ہے۔

(۱۱) تلواروں اور نیزوں کے فیصلہ پر ہم راضی ہیں اور رومی سپہ سالار راضی نہیں۔

(۱۲) تو اگر وہ پیش قدمی کرتا ہے تو ہم سَمَنْدو میں اس سے ملیں گے، اور اگر پسپا ہوتا ہے تو ہمارے وعدہ کی جگہ خلیج ہے۔ (یعنی ہم وہاں اسے گرفتار کرلیں گے۔)

قافية الحاء

(۵۱) و قال و قد تأخر مدحه عنه فظنَّ أنه عاتب عليه :(ص:۱۸۹)

(۱) تیری ادنیٰ سی مسکراہٹ سے طبیعتیں زندگی پا جاتی ہیں، اور ناتواں جسم کے اعضا طاقت ور ہو جاتے ہیں۔

(۲) اور کون ہے جو تیرے سارے حقوق ادا کر سکے؟ اور کون ہے جو تجھے خوش کر سکے، سوا اس شخص کے جس کے ساتھ تو نرمی اور رواداری سے کام لے۔

(۳) اور ازراہِ کرم تو خفی عذر کو بھی قبول کر لیتا ہے، تو کیا معاملہ ہے کہ میرا عذر قبول نہیں ہوتا حالاں کہ وہ واضح ہے۔

(۴) چوں کہ میری زندگی تجھی سے ہے اس لیے ناممکن ہے کہ میں اس حال میں نظر آؤں کہ تیرا جسم بیمار ہو اور میرا جسم صحت مند۔
(۵) اور میں نے (تیری تعریف میں) شعر کہنا صرف اس لیے چھوڑ دیا تھا کہ مدحیہ اشعار امیر کے اوصاف بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

(۵۲) و قال أيضا في صباه و قد بُلّغ عن قوم كلاماً: (ص:۱۹۰)

(۱) میں عظیم الشان، بلند رتبہ سردار ہوں، تمہارے کتوں نے بھونک کر مجھے برانگیختہ اور غضب ناک کر دیا ہے۔
(۲) کیا شریف آدمی غیر شریف ہوسکتا ہے؟ یا خالص النسب غیر خالص بن سکتا ہے؟ (تو تمہاری ہجو سے میرا کچھ نہ بگڑے گا۔)
(۳) انھوں نے مجھے نہیں پہچانا ہے، اور اگر کچھ اور دن تک میں زندہ رہا تو نیزوں کی نوکیں انھیں میرا نسب بتا دیں گی۔

(۵۳) و قال يمدح مُساور بن محمد الرومي: (ص:۱۹۰)

(۱) سوزشِ غم بڑی ہونی ہی چاہیے جیسی مجھے ہے، کیا اس گنگنانے والی نوخیز ہرنی کی غذا گھاس ہے؟ (نہیں، بلکہ اس کی غذا عاشقوں کے دل اور جسم ہیں۔)
(۲) شراب اس کی رفتار میں اثر کر گئی ہے، اور اسے ایک بُت کی شکل میں تراش کر رکھ دیا ہے اگر اس میں روح نہ ہوتی۔
(۳) اس کا کیا حال ہے کہ میں نے جب اسے دیکھا تو اس کے رُخسار اور میرا زخمی دل دونوں سرخ ہو گئے۔ (اس کے رخسار تو فرطِ حیا سے سرخ ہوئے، اور میرا دل اس کے تیرِ نظر سے زخمی ہو کر۔)
(۴) اس نے (مجھ پر) تیر چلایا جب کہ اس کے ہاتھوں نے یہ تیر نہ چلایا تھا تو مجھے ایسا تیر لگا جو برابر مجھے تکلیف دیتا ہے، حالاں کہ اور تیر تو (انسان کو قتل کر کے) اسے آرام پہنچاتے ہیں۔
(۵) ملاقات کی جگہ قریب ہوئی، (مگر حقیقت میں) ملاقات نہیں ہوتی، وہ تو دل ہی صبح وشام جاتا ہے تو ہماری ملاقات ہو جاتی ہے۔ (یعنی اس سے جسمانی ملاقات نہیں ہوتی، صرف خیالی اور تصوراتی ملاقات ہو جاتی ہے کیوں کہ دل کے نہاں خانہ میں اس کا تصور ہر وقت جما رہتا ہے۔ اردو کا ایک شاعر اسی مفہوم کو یوں ادا کرتا ہے ؎

دل کے آئینہ میں ہے تصویرِ یار جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی)

(۶) ہمارے پوشیدہ راز تیرے سامنے کھل گئے، ہماری تعریض نے ہم کو لاغر بنا دیا تو یہ تیرے لیے (بمنزلۂ) تصریح ہوگئی۔
(۷) جب (ہودجوں کو) اٹھانے والے اونٹ جو کہ گھنے درخت معلوم ہوتے تھے مجھ سے دور ہو گئے تو میرا دل غم سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔
(۸) اور محبوبہ کی رُخصتی نے اس کی ایسی خوبیاں اُجاگر کر دیں کہ جب وہ ظاہر ہو گئیں تو صبرِ جمیل برا معلوم ہونے لگا۔
(۹) تو ہاتھ سلام کر رہا تھا، آنکھیں ٹکٹکی باندھے ہوئے تھیں، دل پگھلتا جا رہا تھا اور آنسو بہ رہے تھے۔
(۱۰) کبوتر (اپنے جوڑے کی جدائی سے) غم زدہ ہوتا ہے، لیکن اگر اس کا غم میرے غم کی طرح ہوتا تو پیلو کا درخت بھی اس کے ساتھ نالہ وشیون کرنے لگتا۔
(۱۱) بہت سے کشادہ میدان ایسے ہیں کہ اگر اُتری ہوا کسی سوار کو (اپنے دوش پر) لے کر برق رفتاری کے ساتھ اس کی چوڑائی میں دوڑے تو وہ (میدان) اس کو بٹھا دیں جب کہ وہ تھک کر چور ہو چکی ہوں۔ (اتری ہوا کہ تخصیص اس لیے کی کہ وہ نسبتاً زیادہ تیز ہوتی ہے۔ یعنی جب اِس وسیع وعریض میدان کو پار کرنے میں برق رفتار اُتری ہوا تھک کر چور ہو جاتی ہے تو اونٹنی کا کیا حال ہوگا؟)
(۱۲) میں نوجوان اونٹنیوں پر بیٹھ کر ان سے ٹکرا گیا جب کہ ہلاکت کے خوف سے ان کے سواروں کی حدی خوانی، تسبیح خداوندی تھی۔

(۱۳) اگر امیر مساور بن محمد (میرا مقصود) نہ ہوتا تو ان اونٹنیوں کو خطرات کی زحمت نہ دی جاتی، اور نہ کوئی نصیحت ٹھکرائی جاتی۔
(۱۴) اور جب وہ سستی کرنے لگیں جب کہ ان کا مقصود ابوالمظفر ہو تو مقدر بنانے والا (خدا) موت کو میرا اور ان کا مقدر بنادے۔ (یعنی ہم اور وہ دونوں مرجائیں۔)
(۱۵) ہم نے ممدوح کی بجلیوں کو دیکھا جب کہ آسمان (بادلوں سے) ڈھکا ہوا نہ تھا اور ایسے بادل کو دیکھا جو اس حالت میں بھی برستا ہے جب کہ ہوا نے اسے حرکت نہیں دی۔
(۱۶) اس سے نفع کی امید باندھی جاتی اور اس کی اذیت سے ڈرا جاتا ہے، اور اسے صبح وشام تعریفوں کے جام پلائے جاتے ہیں۔
(۱۷) وہ چاندی کی تھیلیوں سے سخت ناراض ہے حالاں کہ انھوں نے کوئی غلطی نہیں کی ہے اور غلطی کرنے والے کو معاف کر دیتا ہے
(۱۸) اگر اس کے مال کو تقسیم کرنے والی سخاوت کو لوگوں میں بانٹ دیا جائے تو زمانے میں کوئی بخیل نہ رہ جائے۔
(۱۹) اس کے کانوں نے (سخاوت کے بارے میں ہونے والی) ملامت کو لغو قرار دے دیا ہے اور اسے بخیلوں کی ناک پر نمایاں علامت بنا کر چھوڑ دیا ہے۔
(۲۰) اور ممدوح ایسا شخص ہے کہ صدیاں گزرتی جائیں گی اور اس کا ذکر اور اس کی بات کتابوں میں تفصیل سے لکھی جاتی رہے گی۔
(۲۱) ہماری عقلیں جمالِ ممدوح سے حیران ہیں اور ہمارا بادل اس کی سخاوت کے سامنے رسوا ہے۔
(۲۲) وہ نیزہ بازی کرتا ہے تو اپنے نیزہ کو اس وقت تک شکستہ کر کے واپس نہیں لاتا جب تک (دشمن کے) مسلّح فوجیوں میں کوئی صحیح وسالم ہو۔
(۲۳) زمین پر خون کے سرخ فرش بچھے ہوئے ہیں اور آسمان پر غبار کی سیاہ چادریں (تنی ہوئی) ہیں۔
(۲۴) شہ سوار اپنے آگے ایک مقتول سے دوسرے مقتول پر قدم رکھتے ہوئے چلتا ہے اور اس کے پیچھے بھی لاش پڑی ہوئی ہے۔
(۲۵) تو اس سے محبت کرنے والے کی محبت کی آماجگاہ (دل) اس سے خوش ہے اور اس کے دشمن کے غیظ وغضب کا مقام (دل) اس سے زخمی ہے۔
(۲۶) وہ عداوت کو چھپاتا ہے حالاں کہ وہ چھپنے والی چیز نہیں ہے، اور دشمن کی نگاہ ہی اس (عداوت) کو ظاہر کر دیتی ہے جس کو وہ چھپاتا ہے۔
(۲۷) اے اس شخص کے فرزند کہ شرافت میں جس کے بیٹے جیسے کسی انسان کو چادروں نے نہیں چھپایا اور نہ اس کے دادا جیسے کسی آدمی کو قبروں نے اپنی آغوش میں لیا۔
(۲۸) ہم تجھ پر قربان، جب بخشش کی درخواست کی جائے تو تو سیلاب ہے، اور (جنگ کے وقت) جب خون پسینہ ایک ہو جائیں تو سراپا خوف ودہشت ہے۔
(۲۹) اگر تو دریا ہوتا تو دریائے ناپیدا کنار ہوتا، اور اگر تو بادل ہوتا تو فضائے بسیط تیرے لیے تنگ ہو جاتی۔
(۳۰) مجھے تیری جانب سے ان شہروں اور ان کے باشندوں پر اس چیز کا ڈر ہے جس سے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔
(۳۱) کسی شریف آدمی کی فاقہ کشی اس کی کوتاہی ہے ایسی حالت میں جب اس کے سامنے اللہ کا رزق اور تیرا دروازہ کھلا ہوا ہے۔
(۳۲) شعر میری طرف سے غم وغصہ میں ہے اور اس بات سے پناہ مانگتا ہے کہ تیرے سوا کوئی ممدوح ہو۔
(۳۳) گلستانوں کی تیز خوشبو اُن کا کلام ہے، وہ (اپنے محسن) بارش کی تعریف کرنا چاہتے ہیں تو یہ خوشبو پھوٹ پڑتی ہے۔
(۳۴) (ان بے زبان گلستانوں کا مہک کر اپنے محسن "بارش" کی تعریف کرنا) ایک مفلسِ بے مایہ کی کوشش ہے، تو اس شخص کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جو ایک شریف خاتون کا بیٹا ہے اور جسے تو بخشش سے نوازتا ہے اور وہ فصیح اللسان ہے، (کہ وہ کتنا زوردار شکریہ ادا کرے گا۔)